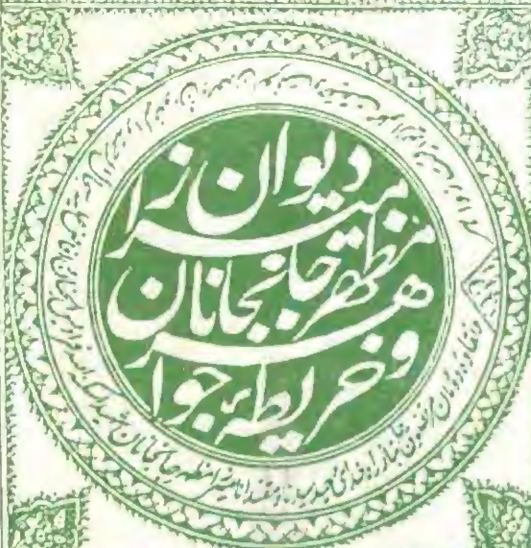
وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ

بفضل خالق دو جہاں از ترصیف شریف تالیف منیف خامۂ خاندان مصطفوی



المصطفیٰ اکادمی لطیف آباد حیدرآباد




www.maktabah.org



ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ

بفضل خالق دو جہان از ترتیب شریف تالیف منیف خلاصۂ خاندان مصطفوی



۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء

المصطفیٰ اکاڈمی لطیف آباد حیدرآباد

فہرست

سنہ ۱۹۸۸ء

ناشر

المصطفیٰ اکاڈمی، لطیف آباد ۸، حیدرآباد

عرضِ حال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کا فارسی دیوان مع خریطۂ جواہر پہلی بار[۱] سنہ ۱۲۷۱ھ میں مطبع مصطفائی کانپور سے شائع ہوا تھا اور عرصے سے نایاب تھا۔ راقم الحروف کو اس مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ مولانا حشمت علی خاں مرحوم (محلہ تھانہ پاکھر۔ رام پور) نے عنایت فرمایا تھا۔ بارہا ارادہ کیا کہ اسے شائع کیا جائے۔ بارے اب موقع نصیب ہوا ہے اور اسے مِنْ وعَنْ (فوٹو لے کر) شائع کیا جا رہا ہے، کیونکہ ایسی کتابت موجودہ دَور میں بہت مشکل ہے۔

عبدالرزاق قریشی مرحوم نے "مرزا مظہر جانِ جاناںؒ اور ان کا اردو کلام" (مطبوعہ بمبئی ۱۹۶۱ء) میں حضرت مظہرؒ کے اردو اشعار مختلف تذکروں میں سے جمع کر کے شائع کیے تھے۔ وہ بھی یہاں شامل کیے جا رہے ہیں اور آخر میں خریطۂ جواہر کو بھی شامل کیا جا رہا ہے جو حضرت مظہرؒ کے انتخاب کردہ فارسی اشعار کا مشہور مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں حضرتؒ نے قریب پانچ سَو معروف اور غیر معروف شعراء کے ایسے اشعار کو شامل کیا ہے جو وہی کر سکتے تھے۔ اس انتخاب سے اُن کے بلند مذاق و مزاج کا اندازہ ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس دَور میں اُنہی کو عطا فرمایا تھا اور حقیقت ہے کہ اس انتخاب کا جواب نہیں۔

[۱] یہ دیوان بعد میں بھی کئی مرتبہ شائع ہوا اور خریطۂ جواہر اس دیوان کے ساتھ اور علیحدہ بھی شائع ہوا۔

دیوانِ مظہر کا مخطوطہ (۹۰/۹۹ - وف ۳/۲۲۹) جو انجمن ترقی اردو سے منتقل ہو کر قومی عجائب گھر کراچی میں محفوظ ہے وہ اس طرح شروع ہوتا ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ربّ العٰلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد والہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ اما بعد آنکہ فقیر جانِ جاناں (۱) متخلّص بہ مظہر پسر جان جانی تخلّص، علوی نسب، بخاری وطن، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب، نشو و نما در خاکِ ہندوستان یافتہ، در اطرافِ عمر بیست سالگی، گدائی در فقر اختیار کردہ، امروز کہ ہزار و صد و پنجاہ ہجریست، عمر ضایعش نزدیک بچہل رسیدہ۔ چوں از فرطِ ضعفِ دماغ، تابِ تدبیر اسباب نمی آرد بتجرّد خانہ، بدرویشیہا بسر می برد۔ ہر چند

---

(۱) حضرت مظہر نے یہاں اور بعد والے (ساٹھ سال کی عمر والے) دیوان کے شروع میں اپنا نام جانِ جاناں ہی لکھا ہے ریاست دیرہ اوچ، میں جو مکتوبات آپ کے دستِ مبارک کے لکھے ہوئے موجود ہیں ان میں بھی "جانِ جاناں" ہے۔ دیکھیں وہ ۴
مجموعہ "لوائحِ خالقاہِ مظہریہ" (حیدر آباد ۱۹۷۵ء صفحہ ۳۶ کے مقابل کا عکس) میر تقی میر نے نکات الشعراء میں صحیح لکھا ہے کہ "پدر او میرزا جان نام داشت۔ از فرطِ شفقت میرزا جانِ جان می گفت"۔ لیکن بعد میں حضرت رح خود ہی جانِ جاناں لکھنے لگے تھے۔

بھگوان داس ہندی نے سنہ ۱۲۱۹ھ میں تذکرہ سفینۂ ہندی لکھا تھا۔ پروفیسر عطاءالرحمٰن کاکوی نے پٹنہ سے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا ہے۔ اس کے صفحہ ۱۸۷ میں حضرت مظہر کے متعلق اس طرح ہے :- "والدش میرزا جان نام داشت نظر برآں پسر راجانِ جان نام نہادہ بود۔ بجانِ جاناں شہرت یافتہ۔ میرزا غلام علی مظہر تخلّص ساختہ کرد کہ من پیرم و ایں تخلّص از ابتدا اختیار کردہ ام۔ شما نوجوان اید، تخلّصِ من بگذارید۔ میرزا جواب گفت، ایں تخلّص مرا مولوی معنوی عطا کردہ، آخر قرار یافت کہ در مثنویِ مولوی معنویؒ فال ببینید و ہر چہ بر آید برآں عمل کردہ اید۔ چنانچہ میرزا غلام علی، مثنوی را بطور فال بکشاد۔ ایں بیت بر آمد :-

جانِ اوّل مظہرِ درگاہ شد　　　جانِ جان خود مظہرِ اللہ شد

آخر ہر دو صاحب تخلّص بحال داشتند۔ اسی تذکرہ میں حضرت مظہر کے بعض شاگردوں کے نام آتے ہیں : حمید بیگ اظہر (صفحہ ۱۹)۔ محمد فقیہ دردمند (صفحہ ۷۷)، سنگم لعل عزت (صفحہ ۱۳۸)۔ شیخ غلام علی منتی (صفحہ ۲۱۳)۔

عمرے دریں فنِ شعر صرف کردہ است امّا بہ یقین دانستہ آدمی را کہ اشرفِ انواعِ مخلوقات است ازبرائے کارہائے شریف نہ از نظم و نثر آفریدہ اند کہ ایں کمال سرمایۂ افتخار بلند ہمتان، گرد و در بعضے اوقات کہ از خدمتِ مدرسہ و خانقاہ فرصتش بہم رسد بتحریکِ شورے کہ نمکِ خمیرِ او ست لبے بفریاد وا می کند۔ چوں نالہ اش اکثر موزوں واقع می شود و عزیزان از راہِ جوہر شناسی و قدردانی بمیزان [ادب] اشعارش می سنجیدند۔ و گرنہ او نوحہ گرِ دلِ مردۂ خود است، از بس نظرِ بزرگاں یافتہ حسنِ قبولی بہم رسیدہ است۔ او سبحانہ تعالیٰ، حسنِ خاتمہ ہم نصیبش کناد۔ چوں آدمی نسبت بدیگران بحقیقتِ حال، عالم تراست بجملے از احوالِ سراپا وبال، بر عنوانِ دیوانِ خود تحریر نمود۔ الٰہی بخیر باد بکرب العباد۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست — محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفیٰؐ بس — محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمدؐ از تو می خواہم خدا را — الٰہی از تو عشقِ مصطفیٰؐ را

دگر لب وا مکن مظہر فضولیست — طلب از حاجت افزوں تر فضولیست

ز تحریرم غرض عرضِ ہنر نیست — دما غم را ازیں بو ہا خبر نیست

اس مخطوطے کے ابتدائی دو ۲ صفحے یہاں ختم ہو جاتے ہیں۔ اس مخطوطے کے مقدمے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دیوان پہلی بار ۱۱۵۰ھ میں (چالیس سال کی عمر میں) مرتّب ہوا تھا۔

مطبع مصطفائی کانپور کے شائع کردہ دیوانِ مظہر (۱۲۷۱ھ) کے شروع میں حضرت مظہرؒ کا مقدمہ اور ناشر محمد عبدالرحمٰن بن حاجی روشن کا دیباچہ اس طرح ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد اعتراف عجز و تقصیر از تحریر و تقریر حمد و ثنائی رب قدیر و نعت حضرت
بشیر و نذیر علیہ و آلہ و اصحابہ آلاف الصلوات و التحیات من العلیم الخبیر غریق بحر عصیان
محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خاں بخدمات ارباب صدق و صفا ٦
و حضرات اصحاب خلوص و اصطفا گزارش میدہد کہ شیفتۂ رضا جوئی اہل اتحاد و والۂ
ضیافت طبع صاحبان فہم و رشاد را قاطبۃ بصمیم قلب داعیۂ آن می باشد کہ
خدمتی پسندیدہ آرد و ہدیہ جدید در حضور حضرات ابرار زمین گزارد و بواسطۂ آن مایۂ مباہات
و ذخیرۂ مثوبات اندوزد و در دو دنیا ز بیگگونہ نازش و فخار برافروزد در ین قرب زمان
کہ قائد تقدیر و سائق مشیت ایزد سمیع و بصیر آن ذرۂ حقیر را بہ بلدۂ دھلی کشید و در آن

خیر البقاع بخدمت ارباب فضل و کمال و زیارات اہل قال و حال نیز رسیدم و خانقاہ

مظہریہ را بدیدۂ ارادت دیدم و شرف ملازمتِ جناب مولٰنا بالفضل اولٰنا شاہ

احمد سعید صاحب و شاہ مولوی عبد الغنی صاحب لا زالت شموسہم کا ہم

بازغۃ دریافت دراں مکان برکت تواماں بنعمای لطیفہ و نفائس منیفہ بنظر آمد

اگرچہ آں خوان کرم پر از الوانِ نعم بود و من گرسنہ و آں حوض فیوض لبریز از ماء

معین بود و من تشنہ فاما زمانِ مکث قصیر بود و مشیت تقدیر بر خلاف تدبیر

آخر الامر بحکم مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ بمساعی کثیرہ دیوانِ غزل جناب

واقف اسرار ملکوتی کاشفِ استار جبروتی عارفِ کامل محقق واصل مظہر حقائق لا ریبی

مصدر دقائق غیبی حضرت شمس الدین حبیب اللہ مظہر حنفی نقشبندی مذہبا

مجددی مشربا المعروف بمیرزا مظہر جانجاناں اسکنہ اللہ فی فرادیس

الجنان مع خریطہ جواہر کہ جنابِ شاں در ایام شباب از دو دادین استادہ

التقاط فرموده بودند و بکمالِ طوع و رغبت علی الدوام نصب العین میداشتند

و نسخهٔ مذکوره اکثر ها بخدمت شاه غلام علی صاحب نامی بود استعارةً بدست

آورده فوز عظیم پنداشت و رقم مراد بر لوحهٔ دل نگاشت چوں اشاعت آں گوہر یکتا

برائے احتظاظ اربابِ مذاق بمضمون مصراع ع که حلوا بہ تنہا نبایست خورد-

مرکوزِ خاطر فاتر گردید بعنایت الٰہی آں تمنا ہم آغوشِ حصول گشت و دیوان حضور

۸ مع ضمیمهٔ آں باہتمام حقیر حلیهٔ طبع پوشید اکنوں چشم توقع و ترقب از ناظرین باانصاف

و مبصرین دور از اعتساف حیانت که ہرگاه بمطالعهٔ ایں گلستانِ بےخزاں و گنج شایگاں

حظی و لطفے بردارند برائے خاتمہ بخیر ایں امیدوار مغفرت کردگار حسبةً للہ دستِ دعا دراز

فرمایند که اِنَّ اللّٰہ یحبُّ المحسنین ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰة فقیر جانجاناں متخلص بمظہر پسر جان جانی تخلص که

علوی نسب و هندی مولد و حنفی مذهب و نقشبندی مشرب احوال خود را بعرض
احباب میرساند که در سال شانزده از عمر بر روی این خاکسار غبار یتیمی نشست و در بیست
مشت خاک خود را بدامان درویشان بست مدت سی سال بر در مدرسه و خانقاه جاروب
کشید و ایام گزیده عمر درین شغل شریف گذرانید بحول الله و قوته در طول مدت زندگی
دست طلب بلوث دنیا نیالوده پای سعی درین راه نفرسوده امروز که هزار و صد و هفتاد
هجری است و عمر بشصت رسیده از بیست سال بکنج عزلت آرمیده است و بامر حضرات ٩
مشائخ رضوان الله علیهم اجمعین بتصحیح نسخه وجودی نوع مشغول است با آنکه فرد باطل
شخص و هنوز هزاران غلط دارد و در هنگام جوانی تحریک شور عشقی که نمک خمیرش
بود نالهای موزون میکرد و بایں تقریب نام خود را بشاعری بر دروازه والا همتی
سر جمع اجزای مسودات و مواد کلیات نداشت بلشیر سرمایه بخشش بباد رفت و در
باقی ارباب نقل و روایت تصرفهای نمایان کرده نسخهای غلط رواج دادند و گوردان

چشمیکه نداشتند از انصاف پوشیده نقصان عائد بشانِ قائل کردند مغز سخن نارسیده در پوست[ع] این ناتوان افتادند و درین کم فرصتیها که اندیشهٔ مردن بیش از بیش وتدبیر سفرِ غریبی در پیش است باختیارِ خود بجبر این نقصان پرداختن معلوم نوجوانی است از ابنای جانی جمع و تصحیح این کلمات را تکلیفم کرد و بعد تفحص از سفینهای بسیار از بیست هزار بیت قریب یکهزار آن هم بی ترتیبِ ردیف و اکثرش غزلهای ناتمام بدست آمد و از نظر گذشت هر چه خارج ازین جمع است طرح دانند مگر از واردات تازه که بسیار کم اتفاق می افتد یا از مسوداتِ کهن آنچه میسر می آید و از نظر میگذرد و درج نموده میشود مسلم است و بیش ازین بیست سال عزیزی مشتی از اشعار فقیر فراهم آورده بعرضِ فقیر رسانیده تمنائی تحریر عنوانش کرده بود سطری چند از قلم ریخته حالا از امتیر نشانند که آن مطالب در ضمن این عبارات داخل است والسّلام

علیٰ من اتّبع الهدیٰ

ع در پوست افتادن در عیب کسی غور نمودن و ظاهر کردن عیب کسی ۱۲ بهار عجم

اس مقدمے کے آخر میں آپ نے فرمایا ہے کہ آج سے بیس سال پہلے ایک عزیز نے میرے کچھ اشعار کا مجموعہ تیار کیا تھا اور اس کے شروع میں کچھ حالات مجھ سے لکھوائے تھے، لیکن اب یہ مجموعہ (۱۱۷۰ھ میں) دوبارہ تیار ہو رہا ہے، اس میں میرے بیس ہزار سے زائد اشعار میں سے قریب ایک ہزار اشعار ہیں۔

دیوان کے ناشر محمد عبدالرحمٰن کے دیباچے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۴۰ھ) کے پاس یہ دیوان محفوظ تھا اور اس کی اشاعت کے وقت (یعنی ۱۲۷۱ھ میں) حضرت شاہ احمد سعید علیہ الرحمہ (م ۱۲۷۷ھ) اور ان کے چھوٹے بھائی شاہ عبدالغنی علیہ الرحمہ (م ۱۲۹۶ھ) ابھی دہلی ہی میں تھے۔[1]

دیوانِ مظہر کے ایک[2] اور مخطوطہ (۹۸/۴/۹۰ - قعہ ۳/۲۲۸ - مملوکۂ انجمن ترقی اردو۔ مخزونہ قومی عجائب گھر۔ کراچی) کے مقدمے میں حضرت مظہرؒ نے یہ بھی بتایا ہے کہ حضرت محمد حنفیہؒ کے توسط سے (اور ۲۸ واسطوں سے) وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں۔ وہ مقدمہ اس طرح شروع ہوتا ہے:-

---

(۱) یہ دونوں بزرگ ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانے میں دہلی سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ وہاں رباطِ مظہریہ انھی کی ہے۔

(۲) قومی عجائب گھر کراچی میں ایک مخطوطہ 169-N.M.1962/168 ہے۔ اس کے آخر میں حضرت مظہرؒ کی تاریخ وفات "مظہرِ کل" (۱۱۹۵ھ) درج ہے اور یہ کہ انھوں نے شہادت کے وقت یہ شعر کہا تھا:-

بلوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے ...

بلوحِ تربتم این نقش باید ساخت تحریرش ... کہ این مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرش

۱۲۷۱ھ کے مطبوعہ دیوان مع خریطۂ جواہر کے بالکل آخر میں حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی کہی ہوئی یہ تاریخ درج ہے:- اولئک مع الذین انعم اللہ (۱۱۹۵ھ)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد از حمد و صلوٰۃ فقیر جانِ جاناں متخلص بہ مظہر پسر میرزا جان جانی تخلص کہ علوی نسب، ہندی مولد، حنفی مذہب، نقشبندی مشرب است، نسبِ ایں خاکسار بہ بست و ہشت واسطہ بتوسط محمد حنفیہؒ بہ شبیر بیشۂ کبریا علی مرتضیٰ علیہ التحیہ والسلام می رسد۔ احوال خود را بعرض احباب می رساند کہ در سال شانزدہ از عمر بر روے ایں خاکسارِ غبارِ یتیمی نشست و در بیست، مشتِ خاکِ خود را بدامنِ درویشاں بست . . . . .

(۱) اس مقدمے میں بھی یہی بات ہے کہ وہ ان کی ۶۰ سالہ عمر میں ۱۱۷۰ھ میں مرتب ہو رہا ہے۔ حضرت مظہرؒ کے حالات مختصر تذکروں میں تفصیل سے موجود ہیں اس لیے یہاں نہیں لکھے گئے۔

احقر غلام مصطفےٰ خاں

اعتذار | اب چونکہ دیوان مظہرؒ اور خریطۂ جواہر دونوں کا عکس شائع کیا جا رہا ہے اس لئے ان دونوں کے اصل صفحات کو قائم رکھا گیا ہے۔ لہذا دیوان کے پہلے صفحے کا نمبر ۵ ہوگا لیکن تسلسل کے لحاظ سے ص۱۳ ہوگا۔ اس کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

(۱) ۱۱۷۰ھ میں حضرت مظہر نے اپنی عمر ۶۰ سال کی بتائی ہے۔ لچھمی نرائن شفیق نے چمنستانِ شعرا میں حضرتؒ کی ایک تحریر نقل کی ہے جس میں حضرتؒ کے اسلاف کا ذکر ہے اور شروع میں اس طرح ہے کہ "در عشرۂ اولیٰ مائۃ ثانیہ بعد الف ولادتش (در اکبرآباد) اتفاق افتاد"۔ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب نے (تاریخ ادب اردو۔ جلد دوم۔ حصہ اول صفحہ ۳۶۱۔ لاہور ۱۹۸۲ء) حضرت مظہرؒ کی اس تحریر کا حوالہ بھی دیا ہے کہ شبِ جمعہ ۱۱ رمضان المبارک ۱۱۱۰ھ کو پیدا ہوئے تھے۔ لیکن حضرتؒ نے ایک خط میں اپنا سال ولادت ۱۱۱۳ھ بھی لکھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کا خیال ہے کہ چونکہ ۱۱۱۳ھ میں ۱۱ رمضان المبارک جمعرات کو تھا جمعہ کو نہیں تھا، اس لئے ۱۱۱۰ھ ہی صحیح ہوگا (حالانکہ تقویم میں ایک دن کا فرق کوئی فرق نہیں)۔ ڈاکٹر صاحب کا کرم ہے کہ انھوں نے مذکورہ بالا قلمی مقدموں کے عکس عنایت فرمائے تھے۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ردیفِ الف

آبی نزد بروی گران خواب بختِ ما
باآنکه گریه داد بسیلاب رختِ ما

ما نازپرورِ تپ و تابیم می خورد
چون نخلِ شعله آب ز آتش درختِ ما

ما والیِ قلمروِ سیر و سیاحتیم
بر نقشِ پای خویش بود پای تختِ ما

مظهر نزار سید و دگر یادِ ما نکرد
دیوانه خوش نبود ز وضعِ کرختِ ما

کرد آخر حسنِ بالادستِ او رسوا مرا
موکشان چون خامهٔ تصویر بر دانجام مرا

چون سفالین کوزهٔ خشکی گزارش کی کنند
گریه می آید بجوش از جملهٔ اعضا مرا

گرچه نگین بسان سنگ جز در تن شود
چون نگین گویا کند نامش ز سر تا پا مرا

عیب بینان و قناعت از نقصان خویشم کرده اند
همچو عینک ساخت چشم دیگران بینا مرا

داشت چندین صدر تزویر دستار و کلاه
این بلا از فیض عریانی شد از سر وا مرا

بهر من دار الامانی بهتر از زندان نبود
داغ مجنون تازه شد از دیدن صحرا مرا

چند روزی صبر کن صیاد ایام گل است
می کشتی بسیار بی هنگام و بیجا مرا

بر مزارم شیشه بگذاشت پیر می فروش
گرد تخفیف عذاب از سبزه و مینا مرا

کفر و دین امروز مظهر باز یاد داد بمن
سرو رعنا ساخت عشق میرزا جانا مرا

ز بس یاد داغها دود دل آید بر زبان ما
شود محسوس همچون شاخ نافرمان فغان ما

دماغ ما سبکروحان تکلف بر نمی تابد
بود همچون صبا هر غنچهٔ گل عطردان ما

بوصف سرمهٔ دنباله دارش چون بحرف آیم
چو سوسن در دهن هرگز نگنجد زبان ما

کسی داد محبت از کجا خواهد باین طالع
که برق رنگ گل در داشت از شاخ آشیان ما

ثناخوان لب دندان خوبانیم از عمری
کسی از لعل و گوهر پر نمی سازد دهان ما

مدار از کشتن ما صرفه رحمی کن بحال خود
چراغ خانهٔ زرد و غم ستای عشق جان ما

حلاوت میچکد از گفتگوی عشق ما مظهر
چو برگ گل زبان ما در شکر گیرد بیان ما

امیدهد گل بی تو یاد از خود فراموشی مرا
شور بلبل میکند تعلیم خاموشی مرا

بلبلی میگفت با صیاد کز بهر خدا
جز بدست طفل گلرخسار نفروشی مرا

قسمتم این بود کز بزم طرب گردد نصیب
زان کف مانند گل خون جگر نوشی مرا

دلبران هم نازدارند اما نازک ست
بانگ گل این نکته میگوید بسر گوشی مرا

کی توان شد همصفیر بلبل آب و گل نیست
یاد دور از گلرخان غیر از فراموشی مرا

نالهٔ مرغ چمن گم کرده سیر آهنگ نیست
واگذارید ای نواسنجان بخاموشی مرا

نیستم نو دولت فقر و فنا مظهر که هست
جز زرق چون صورت قالی نمدپوشی مرا

از آن پهلوی خود جا میدهم این رنج و محنت را
که غیر از من پناهی نیست در عالم مصیبت را

قضا از مشهد باشت خونی وام میگیرد
کرتا رنگین کند هنگامهٔ روز قیامت را

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

مگیر از باطن اهل صفا زنگ از نظر بازی
تصرف نیست هرگز در دل آیینه صورت را

دماغ دل درینجا گاه گاهی چاق میگردد
خدا آباد تر سازد خرابات محبت را

تلف کردست این دل حیف بسیار زینم
بزم خود نخواهی داد جا این بی مروت را

بجای سنگ طفلان را شیشه باید زد
چو مظهر میرزا دیوانهٔ نازک طبیعت را

۱۵

۸

آه چسان جدا کنم از کفِ پاش دیده را
گرد حناش لعل زد اشکِ بپا چکیده را

بختم اگر مدد کند پایِ بروی من نهی
تازگی از حنا دهی رنگ زرخ پریده را

جسته دلم ز قیدِ زلف کی شود ت اسیر خطِ
صید نمیتوان نمود بلبلِ دام دیده را

تشنهٔ زخمِ دیگرست صید بخون طپیده ات
زود بدادِ دل برس جانِ بلب رسیده را

غنچه شگفت دم زد از جلوهٔ پیشِ روی یار
لیک کسی نکرد گوش حرفِ دهان دریده را

غوطه حیرتم که چیست این همه گریه را سبب
حسرتِ پای بوسِ کیست اشکِ بسر دویده را

زخمیِ آن مژه دلم بر نفسی رود ز هوش
رفتن اگرچه مشکل ست خار بپا خلیده را

کند روی تو روشن چشمِ یعقوب زلیخا را
لب لعلِ تو احیا میکند دینِ مسیحا را

جنون سوی بیابان میکشد دیوانهٔ ما را
که در کار ست جیب پارهٔ دامانِ صحرا را

دلی دارم که گرد آن دلِ بیرحم میگردد
که در سختی بجای کعبه مسجود ست خارا را

نشستم عاقبت چون آفتاب از ذره گردیها
سیه کردم باندک چشم روشنی روی بینا را

خداوند پس از من حالِ این وادی چه خواهد بود
پس از مجنون ندید آباد کس اقلیم صحرا را

ز عشقِ او بدینسان کی تسلی میشوم مظهر
که غرقِ سوختن چون شعله میخواهم سراپا را

16

بیکسی مشهور کرد آخر بیکتایی مرا — داد تشریف خدایی نصب تنهایی مرا

چون توانم دید روی او که در بزم ازادب — متصل چون شمع لرزد نور بینایی مرا

صرف عشق خوش قدان گردید نقد زندگی — گرد مفلس عاقبت این خرج بالایی مرا

میبرد ما عنان من بدست خویش نیست — همچو کشتی ساخت سیل گریه دریایی مرا

بی تو چشم سبزه تا مژگان آهو فرش نیست — خوش سواد پیمای صحرا کرد سودایی مرا

منکه مظهر دعوی تاب و تحمل داشتم — ساخت پیش او خجل این ناشکیبایی مرا

یارب بپا ز ضعف رسیدست سر مرا — اکنون بسان حلقه مکن دربدر مرا

یارب چو آن صبا که بتازد بغنچه زار — روزی بکن بلشکر دلها ظفر مرا

چون شعله چراغ بمژگان گره شود — از حیرت جمال تو نور نظر مرا

در راه جستجوی تو تا پا نهاده ایم — چون شمع عمر میگذرد در سفر مرا

آن بلبلم که چون بچمن فصل گل رسد — ریزد چو برگهای خزان بال و پر مرا

مظهر مگو که پیری و نظاره بدنماست — گلگشت لازمست چو باد سحر مرا

از دخل گرچه کاسته اجزای تن مرا — بالید همچو نقش محبت سخن مرا

۱۷

چشمی نمود بیخبر از جان و تن مرا
عشقِ تو زی شدست شرابِ کهن مرا

تا محوِ جامهٔ تنگ و تنگِ او شدم
یک گشت چون حباب بتن پیرهن مرا

از کوی دوست رفته ام اما نرفته ام
چون نقشِ پاست گامِ نخستین وطن مرا

از مفلسی چو مردهٔ آتش پس از وفات
باشد غبارِ خویش عبیر و کفن مرا

مظهر برنگِ غنچهٔ نرگس زشوقِ می
بگرفت شکلِ جام زبان در دهن مرا

هر دم از یارانِ دیرین یاد می آید مرا
کوهکن از آبِ شیرین یاد می آید مرا ۱۸

لاله وار چون چو می بینم گریبان میدرم
دورِ آن دامانِ رنگین یاد می آید مرا

گردنِ مینا چو گیرم آب میگردد دلم
ساعد و ساقِ بلورین یاد می آید مرا

سرو چون آهسته می جنبد بتحریکِ نسیم
آن خرامِ نازِ تمکین یاد می آید مرا

وا شدِ گلهای باغ از رشک داغم میکند
جوششِ یارانِ رنگین یاد می آید مرا

نامِ برگِ گل مبر مظهر که دل خون میشود
ناخن های نگارین یاد می آید مرا

باشد بوصفِ لعلِ لبِ دلستانِ ما
مانندِ غنچه پر ز زبانها دهانِ ما

از سینه نارسیده لب ضعف کرد و ماند
چون دودِ شمعِ کشته تصویرِ جانِ ما

تا شکرهای مقدم تیغش ادا کنیم
همچون سنان ز فرق برآید زبان ما

از ما ستاره سوختگان باغبان مرنج
باشد سپند سوز چمن آشیانِ ما

بر خاکِ ما نه شمع و نه شادروانِ گلے
مردیم و سینه صاف نشد بدگمانِ ما

دارد دل عشق هندوئی لعلِ سیاه او
کاکل بسر چو خامهٔ هوا استخوان ما

کی کند ممنون چنین بیهوده آزادی مرا
گر طپیدن چون سپند از سوز سر دادی مرا

دید چون خوشنگاریم در کندنِ جان کوهکن
از زبانِ تیشه کرد اقرار استادی مرا

آنچه شد معلوم مجنون ز آزارش نزد است
بوی عشق آید هنوز از خاک این وادی مرا

اجر این حسنِ عمل دیدی که ای مرغ چمن
در قفس برگِ گلی گر میفرستادی مرا

یاد آن روزی که از فردوس افتادم بخاک
رسمِ عریانیست آبائی و اجدادی مرا

دیدی آخر حالِ ناکامی غربت باغبان
رخصتِ دیِ چمن دیدن نمیدادی مرا

کاش بخت و طالع رنگِ حنا بودی مرا
تا بکامِ دل تهٔ پای تو جا بودی مرا

مطلب از کشتنِ من نیست ورنه زیستن
با چنین تقریب مردن کی روا بودی مرا

آنچه آورد دست بر من دوستی آورده است
کاش با بیگانگی دل آشنا بودی مرا

چون وفائی نیست خوبان را چه خوش بودی اگر
دلربای بیوفائی بیوفا بودی مرا

تا ز رنج خود پرستیها دمی آسودمی
همچو مظهر کاش از اهلِ خدا بودی مرا

آبروی پیش کسی نیست کفِ خاک مرا
شعله هم از نظر انداخته خاشاک مرا

قبلهٔ مردم حرمان زده امروز منم
میکند پاس تپش آتشِ دلِ غمناک مرا

یک سر گره بدستِ من و یک در کفِ او
شانه هم زلف بود سینهٔ صد چاک مرا

چون شود بزمِ سخن گرم توان فهمید که شمع
از چنین شمع صفت شعلهٔ ادراک مرا

هست چشمِ چپ حسن آینهٔ مظهر اما
می پرستد بخدائی نظرِ پاک مرا

۲۰

از سرافرازی نشان یارب که میدادی
کار با افتادگیها گر نیفتادی مرا

نامرادی نیست در عالم چو من کز آشیان
تا بشاخِ گل رسم بگرفت صیادی مرا

در فنِ دیوانگیها طرزِ خاصم داده اند
اقتدای نیست با مجنون و فرهادی مرا

بندهٔ تجویز تقدیرم که روزی کرده است
خاطرِ بیغم ترا و جانِ ناشادی مرا

نام اگر مظهر برآوردم بشاهی فخر نیست
کاش خوانند بندهٔ خود سروِ آزادی مرا

تا نفس باقیست چون نی نالہ سامانیم ما — زندہ تا هستیم همچون شمع گریانیم ما

کردہ اند این شوخ چشمان نالہ ما را اختراع — سر بصحرا دادهٔ شهر غزالانیم ما

بر نمیداریم دست از دامن دیوانگی — همچو گل لب تشنهٔ چون گریبانیم ما

بر رخ و چشم تر ما در مبند ای باغبان — بهر گل ابریم و بهر سبزه بارانیم ما

نیستم آگاه مظهر از فن آوارگی
همچو موی اهل ماتم تو پریشانیم ما

بهار آمد که تا روشن نماید مشعل گل را — کند گلگیر شمع نالہ ها منقار بلبل را

بخاطر هست کز دیوان گلشن نقل بردارم — ز نسیم جای بسم الله شکل شاخ سنبل را

ز پیری قامتت چون خم شود با خوش قدان منشین — که هرگز اعتباری نیست بر خورده سر پل را

از آن هر دم بدستار خود پیچیدن تو مظهر
که ناحق بر قفا بستت دست زلف کاکل را

بیا و فرصت شوخی مده زبان مرا — مکن بلند مکن شعلهٔ فغان مرا

مباد همچو نگین حرف دوست کنده ز نم — بیا و مهر چو خاتم مکن دهان مرا

چه آتشم زنی ای نوبهار اگر داد است — بزن گلاب چو بشخانه آشیان مرا

اگرچه بیگنهم میکشند خوشم مظهر — که میکنند بوفا یار امتحان مرا

۲۱

غرض دل بود ناحق سوختن هر استخوانی را
زدی ظالم پی یک تیر آتش نیستانی را

اگر این بار در سیر چمن با من دلش وا شد
بگل خواهم گرفت ای بلبلان هر آشیانی را

نه با گل وا شدم گاهی نه گرد شمع گردیدم
چه واقع شد که آزردی چو من آزرده جانی را

شدی تنها بباغ از وا شدن گلها دلش خون شد
چرا بلخود نمی سوزی بیچو مظهر بیگانی را

تا بنامحرم نگویم نام جان خویش را
مهر خواهم کرد چون خاتم دهان خویش را

پادشاه عالم ویرانه ام مانند سیل
کرده ام تخت روان طبع روان خویش را

دیده گر گل هم بباغ باغبان نازکترست
از چمن بر داشت بلبل آشیان خویش را

هر که مظهر حال کس می پرسد از من اول بار
چون کتاب قصه گویم داستان خویش را

همین بس درد و الم کردست زار و ناتوان ما را
تو باشی مایهٔ آزار ای آرام جان ما را

قفس دانیم و بس را چمن از ما چه می پرسی
که پیش از بال و پر برداشتند از آشیان ما را

نفس چون می کشم از سینه صد جا می گسلد تارش
چه زار و ناتوان کردست آن ای موی میان ما را

ز تاثیر محبت از دلش کردیم جا مظهر
بجا باشد اگر خوانند دلبران جانجان ما را

نسب درست کند گر بهار زاری ما	همین بس است پس از مرگ خیر جاری ما
بغیر موج هوا نیست نردبان غبار	رساند ناله بمعراج خاکساری ما
چه خوش بردی دل تنگ مادری وا کرد	خدا دراز کند عمر زخم کاری ما
ز طفلی ایم اسیر جنون که چون نرگس	بگل زمین چمن بود نی سواری ما

همدم شبهای تنهائیست بیتابی مرا	گوئی از بیداری بخت ست بیخوابی مرا
در بدر چندانکه گردیدم بسودای بتان	قیمت افزون شد چو خود سنگ رهیابی مرا
چیست آسایش نمیدانم که از طفلی چو طفل	در کنار خویش میپرورد بیتابی مرا

غنچه سان مظهر ز خون دل [illegible]
یاد می آید چو آن لبهای عنابی مرا

گر دیدمی چو گریه گره در گلو مرا	دل میتوان گشته ز دست سبو مرا
خونم چو دانهای گهرست قطره بند	از بس گره شدست بدل آرزو مرا

مظهر بجرم نیم نگاهم که میکشند
یکبار خود کنند باور رو برو مرا

سرگشت شعله بوصل تو ز خاکستر ما	گل کند فصل بهاران جو زمین جوهر ما

[illegible]

۲۳

بی حمایت بتو دستکشی ما زاهد — سایهٔ دست خدا باید بود بر سر ما

ایضاً

بکامم تلخ گرداند خدا شیرینی غم را — فروشم گر ز بیدردی بشادی ذوق ماتم را

بآن انداز خون از چشمهٔ زخم دلم جوشد — که گردد در دهن آب از تمنا چاه زمزم را

ایضاً

چو بو با هر گل این باغ پیوندست جانم را — ز شاخ ای باغبان آهسته بردار آشیانم را

مبادا بلبل دیگر پس از من آشیان بندد — توان آتش ریخت بر شاخ بلندی آشیانم را

ایضاً

دلبر چو تو نی چو من رنگین سخنی را — بلبل چو منی همچو تو گل پیرهنی را

فریاد ازین قوم که چون نافهٔ محرم — بی زر نتوان دید رخ سیم تنی را

ایضاً

چمن نمود بنقش قدم غبار مرا — گرفته است بگل شوخ من مزار مرا

بترش گوئی طفلانه سر خوشم دارد — بغوره می‌شکند شوخ من خمار مرا

ایضاً

فشار داد نزاکت ز بسکه تنگ ترا — تن تو ساخت گلابی قبای تنگ ترا

بستان سایه پری می فتد بیا مظهر — بلند دامن عنای جامهٔ تنگ ترا

ایضاً

کردی نظر نگفته غیری بحال ما — خندد شب فراق بروز وصال ما

ایضاً

هر چند که خون شد ز طپیدن نفس ما — صیاد نیاویخت بگلبن قفس ما

ایضاً

با این فرصت چه حظ باشد ز سیر گلستان ما را — گر رفتن لازم افتاد است چون آب روان ما را

ایضاً

با روی پر عرق بسر خاک ما بیا — ای ابر نوبهار برین کربلا بیا

۱۷

ردیفِ تای فوقانیه

در چشمِ من که بی تو دلم را قرار نیست — آتش بلند گشته ز گلشن بهار نیست

جان داده اند بسکه عزیزان درین دیار — یک سنگِ راه نیست که لوحِ مزار نیست

حسنِ ادب نگر که بعشقت نریختم — اشکی که رشکِ صدگهرِ آبدار نیست

در حیرتم که بهر چه بردی ز دستِ من — آن دل که هیچ پیشِ تو اش اعتبار نیست

نازم بهمتش که دلم خوش نمیکند — سوزی که با هزار جهنم دوچار نیست

زین ره چو بگذرد و نشیند ز بیمِ غیر — در رفتنش چو عمرِ عزیز اختیار نیست

مرگ آرزو کنم چو شوی مهربانِ من — یعنی دگر ببختِ خودم اعتبار نیست

مظهر مباش بیخبر از حالِ اشکِ من — لعلی ست اینکه در گرهِ روزگار نیست

غلامِ عشقم و لطف و کرم بهای منست — کسی که بنده بخواند مرا خدای منست

هزار عمر فدای دمی که من از شوق — بخاک و خون طپم و گوئی از برای منست

خدا نکرده برهمن ز بت کند فریاد — تو واقفی که چه از ناله مدعای منست

جزای آنکه بهمچون توئی وفا کردم — بهر جفا که دلت خوش شود سزای منست

برای خاطرِ تو نمی‌توان آزرد — فراقِ یار که دیرینه آشنای منست

۲۵

فلک چرا من غم‌دیده را بیازارد — بکاسه آتش نمک از شور گریهای منست

ازین زیاده بحال من التفات مکن — طبیب رنج مبر درد دل دوای منست

مکن شکایت آن یار تندخو مظهر

همین که عاشق دیوانه‌ام خطای منست

دلم بروی تو این دیده پرآب گذاشت — که رخت ترشده باید بآفتاب گذاشت

بپاک جلوهٔ یارم بخاک مسپارید — چو عکس آینه باید مرا در آب گذاشت

نداشت سایه پیمبر که بهر امت خویش — ذخیرهٔ پی روز حساب گذاشت

دم پسین بدیدم در وداع حضرت عشق — گرفت دستم و در دست آنجناب گذاشت

فلک ولایت معمورهٔ غم بمجنون داد — چو او گذشت باین جان و مان خراب گذاشت

بجلوه گاه تو مشاطه چون گذر عالم هوش — برفت و آینه داری بآفتاب گذاشت

نکرد مظهر ما طاعتی و رفت بخاک

نجات خود بتولای بوتراب گذاشت

هیچ گلبرگی برنگ اشک خون آلود نیست — هیچ آهنگی بذوق آه درد آلود نیست

ضبط اشک و آه از ما گرفتاران مخواه — آتش این خام سوزان بی شرار و دود نیست

با جفا و جور و با مهر و وفا نیم نیست کار — هیچ جز درد و الم از عاشقی مقصود نیست

۲۶

کثرتِ این نقشها عرضِ تجلیهای اوست — در دو عالم غیرِ یک نقاش کس موجود نیست

ذوقِ آزادی ندارم ورنه پرواز مرا — در بساطِ من بجز بالِ تپش فرسوده نیست

لذتِ صد زندگی در نیم کشتن میدهد — تیرِ مژگان بتان پیکانِ زهرآلوده نیست

عمرها شد خویش را یک کُنجِ نیستی آسوده است

میرزا مظهر حریفِ بزمِ هستی بوده نیست

یک دل که هم ز دلستان نیست — فریاد که داد در جهان نیست

۲۷ ما را ز لقرفِ محبت — بی‌میلِ تو سبک شدن گران نیست

لیسد کفِ پای یار گویا — برگی ز حناست این زبان نیست

یارب چه فساد بلبلان را — در باغ نشانِ آشیان نیست

ای بادِ صبا ادب ضرورت — این مشهدِ ماست گلستان نیست

این بس وفا که بعدِ قتلم — از کوی تو خونِ من روان نیست

جان گر بیِ یار رفت مظهر

گو رو که عزیزتر از آن نیست

بهر کجا که غمی هست میهمانِ منست — خلیلِ عشقم و لختِ جگر بخوانِ منست

سرم مدار رو و درمان چرا فزود آید — اگر درد یا طبیبِ مرا جدا از من نیست

مکن با این خنکی ای رقیب دعوی عشق / که این تپی ست که مخصوص استخوان منست

زنالهٔ شکوه غرض نیست این گمان نبری / که عاشقم من و آه و فغان زبان منست

مزار سوختگان را غلط نخواهی کرد / چو دود سر کشد از تربتی نشان منست

شدم عزیز چمن مظهر از شکسته دلی / چو بوی گل دل غنچه آشیان منست

اگر گفته است که تنها نیم کسم مظهر / که غم رفیق من و درد مهربان منست

تاجر جنس درد از راه دور آورده است / از برای داغ دل آتش ز طور آورده است

درد محرومی اثر دارد که مرگ کوهکن / تا پشیمانی چو شیرین را به شور آورده است

کی به معشوقی سر آن شوخ می آید فرود / بر سر نازش نیاز ما به زور آورده است

تا ز خاکم بگذرد دامن کشان چون گردباد / آن پری رو را درین وادی غرور آورده است

سیل خون از سینهٔ گرمم روان از دست عشق / نازم اعجازش که طوفان از تنور آورده است

بی طلب چیزی که می باید بهر کس میرسند / از عدم نرگس عصا با چشم کور آورده است

مژده مظهر سر برون از خاک نجف آورده ام / کاروان ما بهار این بار زود آورده است

خوب چون دیدیم بود ما سرابی بوده است / صورت آئینه سان نقشی بر آبی بوده است

شعلهٔ داغی ندارد پیر داغ افتاده است / سینهٔ زاهد عجب تاک خرابی بوده است

۲۸

۵۱ از فروغِ روی چون خورشیدِ آئینه را
کاروانِ نهار رفت از پیش و گلوی تر نکرد
۵۲ عمرِ ما در عین بیداری بغفلت رفت حیف
ترند از اندیشس اگر یک لحظه بر هم نخورد
منظرِ دیاران و مرا افتاده اینجا در بلند

سیر کردم نسخهٔ با آب و تابی بوده است
از محیطِ دهر بیداری سرابی بوده است
آنچه بیداری گمان کردیم خوابی بوده است
چشمِ نمناک هواداران حبابی بوده است
این ورقهارا که می بینی کتابی بوده است

۵۳ زمین گریه از آن چشمِ می پرستانست
برنگ کاغذ آتش زده ز سوز غمش
جدا ز یار یقین شد ز سیرِ مهتابم
چو جوز پوچ نداند حرفِ من بمغز
بود محبت نادان بلا که یوسف را

که شور قلقلِ مینا دعای بارانست
سیاه نامهٔ اعمالِ ما ز رافشانست
که ماه نیست وهانِ تنور طوفانست
که وا چو پسته دهانم بذکرِ سبزانست
طرب سرای زلیخا تمام زندانست

۵۴ رساست تیرگی روزگارِ منظرِ ما
چو زلفِ یار ز سر تا قدم پریشانست

۵۵ درین بهار ز بلبل اگر نشانی هست
برنگ دود که از شمع کشته برخیزد
رسید جان بلب اما نمیتوانم گفت

بزیرِ گلبنی افتاده آشیانی هست
بلب ز جورِ توام آه ناتوانی هست
گره بکارِ من از لکنتِ زبانی هست

کنون طرز سخن بلند خود دیم لقین گردید
کر بزمین غزل نیز آسمانی هست

چکیده لب تیغ کدام شوخ خامی دل
که باز بر لب زخم تو رنگ پانی هست

دگر چگونه توان کرد یاد مظهر
الحذر بلبل عاشق نوخوانی هست

سوختن چون کامل افتد قابل تدبیر نیست
خاک ما خاکستر آسا در خور تعمیر نیست

آن قد پیوسته با هم خانه ها دارد که بس
کوچه آباد تر از کوچه زنجیر نیست

یک طپیدن کار ما را میتواند ساختن
همچو ماهی بر سر ما منت شمشیر نیست

کشتن ما ناتوانان نیست چندان جای خون
خون ما چون رنگ گل گستاخ دامنگیر نیست

از دل سنگ تو آخر آتشی خواهد جهید
آهن عشق نیست که میگوییم بی تاثیر نیست

مظهر از درد جدائیهای غم با هم مپرس
حالتی دارم که هرگز قابل تقریر نیست

یکی بیا بسر خاک ما که جای خوشیست
خرابه ایست ولیکن ز دیر های خوشی

خدا نخواسته چون وصل بی وفا باشد
فراق با همه ناسازی آشنای خوشیست

سرم بحضرت عیسی چرا فرود آید
برای جان من این درد دل دوای خوشیست

مس نه جو ز طلا میشو ز عجز و نیاز
شدن بخاک برابر چه کیمیای خوشیست

ط [illegible] ز [illegible] غزل [illegible] [illegible]

ع [illegible] [illegible] عشق [illegible] [illegible]

۳۰

ع [illegible]

ع [illegible]

۱۲

بعید نیست ز خواب عدم شود بیدار | به نعش کشتهٔ تیر ادا زدن چه جای خوشیست

نکرد میل به دنیای فاحشه مظهر
اگرچه حسن تمیز نیست پارسائی خوشیست

چشم من بسکه ز محرومی دیدار گریست | گریه از رحم برین دیدهٔ خونبار گریست
دید کز تشنه لبی میمیرد | ابر استاد برین مزرع و بسیار گریست
چون مسیحا بسرم گرم بعیادت آمد | دست بر سر زد و بر حالت من زار گریست
سالک بند تو روزی بخیالم بگذشت | بعد از آن دیدهٔ من گوهر شهوار گریست
۳۱ نیست این ابر که بارید بغمخانهٔ ما | بر سیه روزی عشاق شب تار گریست

کیست امروز بجز مظهر دیوانهٔ ما
آنکه هر شب به تمنای تو صد بار گریست

تا به غنچه رخانه نفس تو خندان شده است | زخم پنهان دل از سینه نمایان شده است
سنگ طفلان که سر تربت دیوانهٔ ما | از هجوم شرر سنگ چراغان شده است
تا کجا نشگفد آخر گل دیوانگیم | طرهٔ آتش از ته دستار نمایان شده است
غیرت دلبریت آه کجا رفت بیا | سبزهٔ تربت من وقف غزالان شده است
عشق و صد کرده ام مظهر که شیشهٔ دل ما | دلش از عشق بتان سخت پشیمان شده است

این دل که گل داغ محبت ببر اوست — آتشکده ایست که دوزخ شرر اوست

یعقوب ز مهجوری خود شکوه چرا داشت — این دولت کم نیست که یوسف پسر اوست

بیتابی دل کار بجایی نرسانید — جستیم بمرغی که طپش بال و پر اوست

این هستی ما نیستی هست نمایست — وین دعوی حق تست گواهم کمر اوست

این ست محبت که مرا بود بمظهر
کو مرده و سوگند هنوزم بسر اوست

۳۲

محشر گردش دامان تو بی چیزی نیست — فتنهٔ عطر گریبان تو بی چیزی نیست

از برای دلم آبی تر کاهی داری — سبزه بر چاه زنخدان تو بی چیزی نیست

کردهٔ تیز بسنگ دل مانند خودی — این همه تندی مژگان تو بی چیزی نیست

مرد مجنون مگر ای بید که ماتم کردی — آه این موی پریشان تو بی چیزی نیست

باز شاید شده عاشق گل پیرهنی
مظهر این چاک گریبان تو بی چیزی نیست

قدر دانی بجهان غیر غم یارم نیست — خار خشکم که بجز شعله خریدارم نیست

پیش گل سجده گر از دور نیارم چکنم — سنگ محراب بجز رخنهٔ دیوارم نیست

رنجش آور د میان من و بیتابی من — غیر آرام کسی در پی آزارم نیست

بلبلم لیک هوادارِ گلِ داغِ خودم	همچو مرغانِ قفس کار بگلزارم نیست
آخرِ کار علاجی نبود غیر از داغ	کس جز آزار طبیبِ دلِ بیمارم نیست

ایضاً

اگر ز بندگیِ چون منی ترا عارست	تو زنده باش خریدار بنده بسیارست
بجنگ آن دلِ چون سنگ میبرد دل من	چه شیشه ایست باین نازکی جگر دارست
فدای عاشقِ نازک دلی شوم که برو	بغیر کشتنِ خود هرچه هست دشوارست
ز خاکِ خسرو و شیرین دمید خار هنوز	ز خونِ ناحق فرهاد کوه گلزارست
کشیده ایم بسر جامِ جانگدازِ فراق	بکامِ حوصله زهرِ اجل چه مقدارست

٣٣

ایضاً

بی تو جان آزرده و دل دشمنم گردیده است	مرگ را یارب چه شد آنهم مگر رنجیده است
بر سرِ خاکم مبادا دم زنی ای صورِ حشر	در کنارم فتنهٔ یعنی دلم خوابیده است
دل که غرقِ آتشِ سوداست گاهی تر شود	لاله کم ظرف بی داغی دکانی چیده است
چون ندارم حرمتِ این هر دو چشمِ تر نگاه	سالها عاشق بتزیینِ منزل این گهر سنجیده است

آن قدر در چشمِ مظهر نیست شان روزِ حشر
آن شبِ هجران و آن هنگامها را دیده است

گرچه پیرم در سر از عشقم نشانی مانده است
کهنه داغی یادگار از نوجوانی مانده است

خشک شد رگهای جاریست از زخم دلم
جوی خون کز حسرت سرو روانی مانده است

مرده ام از خاک من میجوشد آب زندگی
بسکه با من الفت شیرین زبانی مانده است

خار خار عاشقی از سینه بیرون رفته لیک
در جگر پیکانی از ابرو کمانی مانده است

تا شوم آزاد از دام و روم مظهر بباغ
نی گلی نه بلبلی نی آشیانی مانده است

۳۴

تا بهوش آید دل صد چاک یار از دست رفت
دام تا از خود خبر گیرد شکار از دست رفت

تا ببزم عیش خود راهم بخطش رسید
تا در این باغ وا گردد بهار از دست رفت

یار از اظهار حسرتهای بسیارم رمید
از تأسف بسکه کف سودم نگار از دست رفت

ای بقربانت شوم از گریه زارم مرنج
خنده کردی که یکبار اختیار از دست رفت

خون مظهر از تغافل ریخت بی پروا طبیب
پا ببالینش نهاد آن دم که کار از دست رفت

نوبهار عمر رفت و جسم زاری مانده است
باغ ویران شد نشانش مشت خاری مانده است

بر بهار رفته عمر خودم جاریست اشک
یادگار آن گلستان آبشاری مانده است

آفتابی رفت از آغوشم از این غم چون هلال
آن قدر کاهیده ام کز من کناری مانده است

جای رحمت است هجوم آه و وای سیلاب اشک — یادگار از من همین مشت غباری مانده است

شد پریشان مجمع احباب تنها گذشت
ظاهر از آن فرقه مظهر نام یاری مانده است

رفتنت در بزم مستان بهره آبم کرده است — چهره از می آتشین کردن کبابم کرده است

یکخرامی ناز شان صد بارم از جا میبرد — جلوه این خانه آبادان خرابم کرده است

این قدر با غافل از اندیشه روز حساب — رحمت بیحد و لطف بی حسابم کرده است

رخصتم اگر دهی همان رخت از جهان بستن است — در سبکباری خجل وضع حبابم کرده است

رستن از قید خودی مظهر بحق پیوستن است
قطره بودم بحر یک کشتی شرابم کرده است

سرخ روئی گریه از مژگان خونبار منست — سیل غم از سایه پروردان دیوار منست

شام من پرورده در آغوش صبح فتنه را — روز محشر قرة العین شب تار منست

هر نفس سیمابیم در عشق داغ تازه سوخت — همچو شمع این زندگی دائم در آزار منست

اینکه نتوانم که دور از یار گل را بو کنم — شمه از بیدماغیهای بسیار منست

آن صنم را بنده ام مظهر که رام من شود
آنکه با من ناز بفروشد خریدار منست

۳۵

دلبری نیست که دلدادهٔ دیدار تو نیست — یک خداوند ندیدم که پرستار تو نیست

غالب آن است که کارم نشود این بار تمام — هجر این مرتبه چون فرقتِ بربار تو نیست

تیغ بردار بکن تشنه گلوی سیراب — با چنین دست و دلی بخل سزاوار تو نیست

بوسِ عشق بکش آی دل بی صبر و قرار — عاشقی فن شریفیست ولی کار تو نیست

بیکسی را چه بمعراج رساندی مظهر — جز غمِ یار کسی مونس و غمخوار تو نیست

حیف دردی که بجز تنگِ مداوا برداشت — بهر جانی نتوان ناز مسیحا برداشت ۳۶

همچو آن ابر که بر بحر خورد از صدمهٔ باد — کوه را بالا زور آورم از جا برداشت

دید عکس قدِ رعنای تو افتاده در آب — زین تماشا نگهم حظ دو بالا برداشت

ابر امروز از شور عزیمے دارد — مشت آبی مگر از چشمِ تر ما برداشت

مظهرا ما که دمش از همه گیرست مگر — فیض از سلسلهٔ زلفِ چلیپا برداشت

آفتاب از صبح تا صبحِ دگر قربان اوست — روز و شب گردون که میگردد بلاگردان اوست

ای جنون تا جیب من شرحی کنم هشیار باش — کین گریبان سایه پروردهٔ دامان اوست

دیده‌ها را عاشقش بجا ز حیرت مانده است — با همه آزادگی سرو از گرفتاران اوست

صفت دید نهاد که با آینه خوش ہمکنار است — یار محو عکس خویش و عکس او حیران اوست

زخم دل مظہر مباد آنکه شود ہشیار باش
کین جراحت یادگار ناوک مژگان اوست

اشک من رنگ رخش را سبب تغیر است — قطرهٔ سیلاب برای چمن تصویر است
چشم چشم چو افتاد گرفتار نہاست — حلقه بر حلقه چو افزود دگر زنجیر است
امشب این ماه و کتان سخت بهم پیوسته اند — نکہتے در بدنت ہمچو شکر در شیر است
دست از دامن کشد عشق تو گر پیر شویم — صبح را بچهٔ خورشید گریبان گیر است

ایضاً

برنگام دلم جام وصال تو حرام است — عمریست که ناکامی من طرز بکام است
ساقی بده آن می که ز مستی نشناسم — پیمانه کدام و لب جانانه کدام است
چون عکس بدیدار تو ام زنده خبر دار — رو تافتی و کار من زار تمام است

مظہر طلبی گر بجہان منزل راحت
بگذر ز تو ز خود ورسی این به مقام است

از منش وحشت ز رشک عشق رخسار خود است — آنچه من دریافتم او ہم گرفتار خود است
یوسف ما داد در آئینه عرض جنس مصر — حسن با این خود فروشیها خریدار خود است

[illegible] قوله [illegible]
[illegible]

[illegible] قوله [illegible]
[illegible]

۳۷

[illegible] قوله از [illegible]
[illegible]

[illegible] قوله [illegible]
[illegible]

زودخنار الست یاد سر مرا بر خاک ریخت
از بی آزاری نا حق در آزار خودست

میرزا مظهر بهر و این ندارد احتیاج
همچو لوز مردنگ شمع شب تا رز خودست

جلوهٔ مغفلت اگر دیدهٔ بینائی هست
کین جهان آینهٔ آینه سیمائی هست

مهر و مه ارض و سما آینه تشکل از همه
میتوان یافت که در پردهٔ خودآرائی هست

عشق میگفت دم رخصت یوسف ز پدر
خبرش نیست که در مصر زلیخائی هست

طرفه حالیست که دل این همه بشکست هنوز
از برای غم درد دل تو در وی جائی هست ۳۸

داغِ دل گر آفتاب آسمانِ آتش است
اشکِ گرم ما چراغ دودمانِ آتش است

باد تند ابر مطیر ستا ز برای شعله ای
نالهٔ ما آبیارِ گلستانِ آتش است

هر که دارد سوز و سازی ازین دل محرم
این دلِ نالان درای کاروانِ آتش است

دل ندارد گرچه تاب سوختن اما هنوز
همچو خاکستر غبارِ آستانِ آتش است

ز عمرها دلِ ما شکست خورسندست
چو غنچه شیشهٔ ما را هزار پیوندست

بود ز خامهٔ موزندگانِ تقریر
حیاتِ ما بسر زلفِ دلبران بندست

[illegible]

تبسمی ست نمکپاش سینهٔ ریشم	اگر نام آن بزبان بتان شکر خندست
کشت های ابر خشک و تر خراب افتاده است	همچو مشت خاک یار از چشم آب افتاده است
کی رسد تر دامنی را دست تا دامان ما	رخت پاکان خشک چون گوهر در آب افتاده است
دشت را باد بهاری رشک میخانه ساخت	هر طرف سنگ غزالی مست خواب افتاده است
اگرچه بر دل و جانم جدا جدا ستم است	بمرگ من تو اگر شاد میشوی چه غم است
منم که شکر جفا از وفا زیاده کنم	اگر ستم نکنی بر چنین کسی ستم است
کسی چو بنده ادا کرده است حق جنون	ترا بچاک گریبانم ای رفو قسم است
امتحان صبر عاشق این قدر با خوب نیست	ای لقب یابد دم آخر دلست ایوب نیست
ای زلیخا نور چشمی کان مقدس پیرهن	جز تماشای پردهای دیدهٔ یعقوب نیست
کارگاه حسن را از فیض خرگانم صفاست	تخانهٔ تصویر را جز دو قلم جاروب نیست
می نویسم خط آن بد خو می گوید به رنگ	محضر خونهاست این ای نامه بر مکتوب نیست
چون دل مظهر کشیده ای خود دامن مکن	خلط مجذوب را آزرده کردن خوب نیست

۳۶

با بوسِ بتان طاعتِ اربابِ نیاز ست / نقشِ قدمِ ماه رخان مُهرِ نماز ست
خواهید که از رشک نمیریم مگویید / با ما که خداوندِ کسی بنده نواز ست
ای سرو باین جامهٔ کوتاه نه نازی / رعنائیِ معشوق ز دامانِ دراز ست
بیدادِ بتان رسمِ ستم و جور ندانند / این سوختن و کشتن و بستن همه ناز ست
اربابِ صفا دوست ز دشمن نشناسند / بر رویِ بد و نیک درِ آینه باز ست
ناسازیِ تنها بسرِ سیمتنان نیست / گردن‌کشیِ شمع با آن سوز و گداز ست

ایضاً

۴۰ تا مرا در حلقهٔ گوشش نظر افتاده است / رشته در گردنم همچون گهر افتاده است
نیست دخل سایه اینجا که چون مژگانِ چشم / بوریایِ خانه‌ام بیرونِ در افتاده است
تخمِ بلبل کاشت جائی گل مگر این باغبان / هر طرف در باغ مشتِ بال و پر افتاده است

ایضاً

نیازِ ما نمک پروردِ ناز ست / شبِ ما سایهٔ زلفِ دراز ست
مگویید آه پیشِ ما مگویید / که معشوقِ کسی عاشق نواز ست

ایضاً

در پرده جلوه کن دلِ دیوانه نازک ست / ای شمعِ بزم خاطرِ پروانه نازک ست

در جای سنگ شیشه توان بر سرش زدن
طفلان در باغ مظهر دیوانه نازک است

آسان توانم از سر کوی سگان گذشت / این کوی دوست نیست که نتوان ازان گذشت
خوش شد دلم که دوش غباری ز کوی دوست / سنگین گذشت و دیر گذشت و گران گذشت
بلبل چو تاب درد رقابت بخود ندید / از دست باغبان ز گل و گلستان گذشت

من درین فکر پریشان که دل زار کجاست / دل درین سعی سراسیمه که دلدار کجاست
جز دل من که نکوزار قدیم غم تست / قدردان مژه حسرت دیدار کجاست

ایضاً

زان خموشم کاندرین فصلم کسی مستانه نیست / هیچ اثر در باغ زان مرغان هم آواز نیست
من کجا و ذوق فصل گل کجا کز فرط ضعف / تا سر دیوار باغم طاقت پرواز نیست

ایضاً

هر بلبلی چو غنچه سری زیر بال داشت / امروز باغ بی تو قیامت ملال داشت

قربان ذوق مظهر دیوانه‌ام که دوش
در زیر تیغ یار عجب وجد و حال داشت

نه کس چراغ و نه کس شمع بر مزارم سوخت / همین ستاره من بر سر مزارم سوخت
چه خوب کرد عذاب گناه بوسه مرا / خدا بآتش آن لعل آبدارم سوخت

[illegible]
۴۱

ناله ام بلبل دستار گلابی شده است	ایضاً	آستین شک من از جامه آبی شده است
خشکی سینه ادب سر فرو رسانید بهم		زاهد آخر بچه تقریب شرابی شده است
آن شمع را گذر بغبارم فتاده است	ایضاً	پروانه چون سمن بمزارم فتاده است
بی نوای گل گلچ بلبل بر خار افتاده است	ایضاً	باغ بی سعی تو از چشم بهار افتاده است
این صبح نیست کز شب هجران دمیده است	ایضاً	در ماتم زمانه گریبان دریده است
لکنت شیرین دهانان از روانی خوشتر است	ایضاً	بیت لبهای تو این بکسته خوانی خوشتر است
مهتاب و شراب و انتظار است	ایضاً	این روز قیامت است شب نیست
یاد آور گریه شبهای غمم می رسید	ایضاً	ناگهان ابر سیاهی بمقابل بر خاست
آه مظهر چون تو آن در محبت خفت است	ایضاً	از همه قطع نظر کن تا به مبنی روی دوست

ردیف دال مهمله

دل بپروا غم از مشکین خطت بسیار می نالد		گر چون طاوس ابر تیره بیند زار می نالد
سکوت ما بهیچ بیتاب شور آب میگوید		ز عدو عشق اگر عاشق ننالد یار می نالد
ز بیخی گر بهنگام خلوت شوم فزون گرمی		نمیدانی که شبها بیشتر بیمار می نالد
باین ضعف از اشارتهای ابروی تو در شورم		که تا سازنده را ناخن بجنبد تار می نالد
برهمن تا کجا ضبط نفس اکافر تا رید		چو تار ساز از دست بتان زنار می نالد

خرامِ ناقهٔ لیلی بجرس او فغان دارد
دلِ صد چاکم از انداز آن رفتار می نالد

بسانِ خانهٔ زنجیر کز جنبش بشور آید
ز زندان گر برون آیم در و دیوار می نالد

بکوهستان نالم گوش کن کز دردِ محرومی
روانِ کوهکن تا حال در کهسار می نالد

نمیدانم نگه‌های بجا شستهٔ مجنون تو
زبانش خشک گردید ست از بس خار می نالد

شب خون می بر در بر خرابِ غافلِ من مظهر
ز سوز آید سرود شهپاد در گلزار می نالد

آنچه من در یافتم هنگامه برپا می شود
گر خدا این است می بینی چه خونها می شود

۴۳ دل بدرد آید چو غنچه تبسم زیبا دهن
شور در جان می فتد چون بند بیجا می شود

شکوه داری زاهد از ضعف بصر عینک بگیر
از دو جامِ باده چشمِ کور بینا می شود

انبساطِ غنچه مخفی نیست گر فیضِ صباست
دل بجز دمسازیِ احباب یکجا می شود

بالب جز الفتِ سروِ چمن یوجه نیست
جلوهٔ قامت عکس آنجا دوبالا می شود

زندگی بی منت آید میسر پاک نیست
همتش نازم که ممنونِ مسیحا می شود

در قیامت جستنِ گفتار بر هم می خورد
دل توی دار این بلا آخر زسر وا می شود

بهر پا اندازت ای یوسف ز کنعان تا مصر
نقشِ پایِ کاروان چشمِ زلیخا می شود

نیست هرگز ناله مظهر زیادِ بی اصول
گر چنین دیوانه بهشا پیدا می شود

سینه ام کز صبح صفا از خاکساری میکند / از غبار آیینه مشق بی غباری میکند

گلشن رخسار شان نسبت از نگین تر شود / این چمن را خون ناحق آبیاری میکند

نوبت پرسش بما گاهی نمی افتد که ناز / لیلی چشم تر ا بیمار داری میکند

بسکه طفلان از سراپایم بشور آورده اند / ناله از هر استخوانم نی سواری میکند

ناله کز یاران دلسوز نیست عمر او دراز / روز و شب بیکدیگر سیما غمگساری میکند

نی صبا با برگ گل نی شعله با خس کرده است / آنچه با ما ناتوانان بیقراری میکند

کار چشمت اینکه مژگانش بخون غلطانده ام / از مصور مو قلم رنگین نگاری میکند

ای بناله در درد و غم ای میرزا مظهر بیا / گریه میگیرد بیادت ناله زاری میکند

خدا در آتش سوزان نشستن پای من گیرد / اگر عریانیم چون شمع دامن پیرهن گیرد

هنر در کار باشد عشق را خون سنگ آید / درین ره تیشه باید که دست کوهکن گیرد

ازان پیراهن خود چاک میسازم که می ترسم / گریبانم بحشر آید و دامان من گیرد

زلیخا بر نیاوردی ز زندان یوسف خود را / گر نشاید بوی پیراهن ره بیت الحزن گیرد

چه بیند آن لب پان خورده دست حنایی را / چمن از شاخ گل انگشت حیرت در دهن گیرد

دلم خون شد که با گل مستی الفت اگر مظهر / چرا صیاد در بلبل سر راه چمن گیرد

نومیدی از مطالبِ کلفت‌زدای من شد / هر کارِ بسته آخر مشکل‌گشای من شد

گفتم بر دم ز کویش گردید ضعف مانع / لغزیده بود پایم پیری عصای من شد

چون سایه گرد گامم نصف‌النهار شد / از شوق در ره او سر فرشِ پای من شد

تا چند باشد آخر معمور از عزیزی خالی / امروز رتبهٔ مجنون در لشکرای من شد (صحرا)

فر جنونم افزود از فیضِ سایهٔ گل / هر شاخ زر بهاران بالِ همای من شد

چون شمع در برم که تب را در اشتعال آرد / گر آب بی تو خوردم آتش برای من شد

آیینه‌سان ز صورت بردم سراغ معنی / مظهر به جانبِ حق بت رهنمای من شد

قبله گر برای جان باشد / طاقِ ابروی دلبران باشد

عشقبازان مرید خوبانند / پیرِ این قوم نوجوان باشد

عاشق آن به که چون جراحتِ تو / همه تن چشمِ خون‌فشان باشد

دل غلط میکند که میداند / دلدهی کارِ دلستان باشد

تویی آن گل که بلبلانِ ترا / رگِ گل خارِ آشیان باشد

بهشت ... در خانهٔ نجیب / گر نه پای تو درمیان باشد

مظهر از تست بود بست جیوان / زنده باشی تو تا جهان باشد

۴۵

۵۱ [illegible]

۵۲ [illegible]

نشأه تلخ حسن را شاداب و خرم میکند
می بگلبرگ لب او کار شبنم میکند

داغ ما را آسمان کی فکر مرهم میکند
زانکه زخم گل برا از الماس شبنم میکند

می طپید چندانکه می سازد ز عشقم بیدماغ
دل بهشت و در را برهمن صنم میکند

عمر پیش افگند آخر یار بعد از کشتنم
گردن بخت جفا زور وفا خم میکند

کشته ام گل کشائیهای بیداد توام
کار صید بیچاره شمشیر بیکدم میکند

میشود در یک قفس بلبل بسیل رنگ گل
مشت خاشاکی که در سالی فراهم میکند

سایه جور و جفا از فرق مظهر برگیر
ابر تیغ این خاک را شاداب و خرم میکند

نی همین تنها ز ما غم کامرانی میکند
درد هم از پهلوی ما زندگانی میکند

گر در نگین تر خط سبز تو رخسار ترا
گلشن تصویر را مو باغبانی میکند

بسکه این نازک نهالان ناتوانم کرده اند
بر تن زارم سبکروحی گرانی میکند

دست هرگز بر نمیدارد ز من ای مرحبا
کاهش از طاقت خود ناتوانی میکند

نیست خاک بیکسان منت کش شمع و چراغ
خار بر گور غریبان گل فشانی میکند

چون بهم آیند حال صادق و فهم رسا
کار صد کام و زبان یک بیزبانی میکند

ای بزرگان
منکه شیخ فانیم مظهر چرا بر من
عشق این پیر جوانان پهلوانی میکند

دوای دردِ دیرینم مکن کی دور میگردد — محبت چون کهن شد داغ او ناسور میگردد

زبس تاراج کردی ملکِ دل را ور نمی آید — کر این ویرانه گاهی بعد ازین معمور میگردد

مپرس از درد بیدرمان عاشق کوتیمار — اگر عیسی به بالینش رود رنجور میگردد

دلِ او را برحم آورد آخر نالهٔ زارم — بلی اعجازِ عشق است اینکه زاری زور میگردد

ز عشقِ آن دهن خلقی بفریاد است حیرانم — چرا لبهای شیرین را این شور میگردد

بزورِ کوه کندن همسر فرهاد نتوان شد — ز ارباب هنر از صد یکی مشهور میگردد

براهلِ استقامت فیض نازل میشود مظهر
نمیدانی تجلی گرد کوهِ طور میگردد

۴۷

یار مجروح مرا دیده دوان می آید — همچو آن طفل که تیرش به نشان می آید

حرفِ قطعِ عمرش اکثر بزبان می آید — بوی خوش چو جراحت ز دهان می آید

من بگردِ سرِ او گردم و آن سرو بمن — می شود تند که تیغش بفسان می آید

از رخِ پر عرقت گریه بشور آمده است — آب بر آب چو افتد بفغان می آید

برلبِ من مزن انگشت که در حرف زدن — غنچه سان خونِ دلِ من بزبان می آید

مظهر از تیغِ نگاهش مددی میخواهم
که ز جان کندنِ من مرگ بجان می آید

جوشش مستی ز چشمِ دلبران میخانه شد | مشتِ خاکِ بی‌کسان چرخی زد و پیمانه شد
اشکِ گلچینی بخاک افتاد و گل صورت گرفت | بال و پر وا کرد آهی بلبلِ دیوانه شد
شعله‌ای حسنی علم زد شمع گرمِ جلوه گشت | شوقِ بی‌طاقت بوجد آمد پر پروانه شد
جست از داغی شراری چند انجم نقش بست | گرد زد هم دودی ز دل چرخِ وفا بیگانه شد
دانهٔ تابِ جلوه گردید آب دریا موج زد | اشک از حسرت بمژگان شد گره دردانه شد

مظهر خوش‌گوی ما ز آغاز و انجامش مپرس
گشت از خوابِ عدم بیدار و باز افسانه شد

[illegible]

۴۸ کنم چون گریه سر آن موکمر خنجر برون آرد | چو آن موری که در هنگامِ باران پر برون آرد
بزنگِ غنچه کز اندک نسیمی باز میگردد | اگر حرفی بپیشِ یار دل دفتر برون آرد
ندانم عشقِ دندانِ کرا یارب دلم شد | که سیلِ گریه‌ام در جای گوهر برون آرد
بود پرجوش نما چون کشته تیرش ز بیدادم | چو شاخِ گل که از دیوارِ گلشن سر برون آرد
مست گردم چو نرگس در خیالِ چشمِ مخمورت | بجای اشک هر مژگانِ من ساغر برون آرد

تلطف گر نه بیکس حرفِ تمنای تو مظهر
چو گل گر جیبِ ابرا پاره سازی زر برون آرد

عشق چون تیغ کشد باد سری نگذارد | شعله چون گشت علم خشک و تری نگذارد

دشمنِ دوست شدن لازمِ حسن افتادست / شمع خواهد که ز پروانه پری نگذارد

ابرِ رحمت که ز فیضش ترِ شیخ تنگ ست / چشم دارم که ز دوزخ شرری نگذارد

از رهِ میکده ها میگذری ترسم شیخ / خشکیِ زهدِ تو دامانِ تری نگذارد

عشق تر دست به بیداد چو پا افشارد / خالی از چشمهٔ خون رهگذری نگذارد

زندگانی بامیدست وگرنه مظهر / یاسِ دیدار ز عاشق اثری نگذارد

سینه واکرده بگلشن چو خرامان گذرد / بلبل از گل گذرد و گل ز گریبان گذرد

کس بتسکینِ غبارم نرود غیر از اشک / کیست جز سیل که بر گورِ غریبان گذرد

حالِ چشمم چو ز کویت گذرم هیچ مپرس / ابر از قبله چو آید همه گریان گذرد

شاید امروز نشانِ دگرت منظور ست / کز دلم تیرِ نگاهِ تو پریشان گذرد

دلِ صد پاره بود با خون گرمیِ اب / تب کند طفل چو بر گنجِ شهیدان گذرد

واگذارند بحالش اگر این جوش نگهان / مظهر ما نتواند که از ایشان گذرد

کو بهاری که خزان بی سر و سامان گردد / خار چون خنجرِ خونریز گل افشان گردد

از صفا در گرهِ غنچه درخشد زرِ گل / چون چراغی که ز فانوس درخشان گردد

بلبلان را چو کلاغی که برآرد پر نو — درد دل از بن هر موی پرافشان گردد

منت طوف کسی را متحمل نشوم — بیکسی گرد سر گور غریبان گردد

همچو طفلی که زگل گریه او میر شمع — ترسم از کشتنم آن شوخ پشیمان گردد

خبر گل مرسانید بمرغان قفس — عید عاشور دگر بهر اسیران گردد

تیغ چون بر سرم آن شوخ ستمگار کشید — دید تسلیم مرا خجلت بسیار کشید

نیست معلوم فلک را چه فلاکت دریافت — که چو یوسف گهر پاک ببازار کشید

حسن جنسی ست که عشق بعزیزان آمد — یوسف این رنج ز پهلوی خریدار کشید

شب بزمم که کشیدند حریفان می وصل — دل ما بود که تا صبحدم آزار کشید

چه قدر در دلش از جانب من بود غبار — که میان من و یار آینه دیوار کشید

هیچ فردی نکشیدست بتیه دی ز رد
انچه از ننگ دوا مظهر بیمار کشید

بی تو خنجر برگ برگ گلستانم میزند — تیغ بر پهلوی دل آب دو امم میزند

بخت آنم کو که تیرش میل پهلویم کند — آن هما منقاری که بر استخوانم میزند

پیش از آن میبندی بکین بلبل دیوانه را — بی تو ای گل طعن بی برگی خزانم میزند

۵۰

آنچه فهمیدم گناهِ باغبان بیچاره نیست	رنگِ گل آتش بجانِ آشیانم میزند
بای طاقت از میان تا رفت بیدادِ بتان	دستِ و بر دم بجانِ ناتوانم میزند

التفاتِ دستِ مظهر دشمنِ آسایش است
گرمجوشیهای او آتش بجانم میزند

جهانی گرچه در سر شورِ سودائی ترا دارد	دلم با بیتِ عشقت از ازل عیبِ وفا دارد
طپش آخر بسمل مینماید راهِ تسکین را	دلم از بیقراریهای خود امیدها دارد
تکلف دور اینها بیک نشانِ سبحه میباید	دلِ مجروح میدانم که راهی با خدا دارد
در اینجا مینماید آنچه در جائی نمی‌بینم	یقینم شد که این سر کوچه خاکِ توتیا دارد
بکامِ دلهای گلعذاران جبهه می‌سایم	چه بختِ سبز در روی سرخ یارب این حنا دارد

من از رنگین ادائیهای شعرش گاه میمیرم
که مظهر سخن با رعنا جوانی میرزا دارد

ما خریدارِ جفائیم و فا میداند	بندهٔ عشقِ بتانیم خدا میداند
بی حجابت گر آیینه نظر یافته است	قدرِ نظارهٔ ما صدق و صفا میداند
کارم افتاد با آن طفل که از بیخبری	پای رنگین کند از خون و حنا میداند
گره در سجدهٔ عشقم بغروری که مپرس	لذتِ آن سرِ من پای ترا میداند

51

میکشد تنگ بر آن قدِ نو خواسته را — لذتِ عالمِ آغوشِ قبا میداند

[۵۱] مذهبِ عقل جدا مشربِ عشاق جداست
ور درا مظهرِ دیوانه دو مسید اند

دلِ جنون زده جز گلرخان نمیخواهد — چمن نمی طلبد گلستان نمی خواهد
محبتِ بصفا را اگر یه حاجت نیست — که پاکیِ نظر آبِ روان نمیخواهد
دهم بباد براهت غبارِ خود لیکن — عروجِ این کفِ خاک آسمان نمیخواهد
بگیر دستم و از خاک ای اجل بردار — که زیستن دلِ این ناتوان نمیخواهد ۵۲
سپرده ایم بعشقت دلِ جگرداری — که گر بهجر بسپاری امان نمیخواهد

گره بسته است زبانِ خموشیت مظهر
بیانِ حالِ دل آه و فغان نمیخواهد

چشمم هرگاه که بر روی تو وا میگردد — دستِ فریاد مرا دستِ دعا میگردد
[۵۳] سرو سیرِ دلِ افسردهٔ ما خوش جائیست — که در و از گلی گرمِ هوا میگردد
پاکیِ طینتِ عشاق چه گویم که جفا — چون گذر بر دلِ شان کرد وفا میگردد
عاشقی را نتواند چو بمعشوق رساند — آسمان اینهمه بی صرفه چرا میگردد
میکند خدمتِ ما گر همه دشمن باشد — سیل جاروب کشِ خانهٔ ما میگردد

آه مظهر از کجائی کی پی جستن تو
مه جدا مهر جدا چرخ جدا میگردد

کجا صفهای مژگان را درونِ دیده جا باشد	تهی از بوریا هم خانهٔ اهلِ صفا باشد
باین ترتیب بسیم آن کفِ پای نگارین را	مرا ای کاش در جائی زبان برگِ حنا باشد
بپای هر یکی در بزمِ گلریزان بغلطم	که در یا هم گدا این سایهٔ گل خوش هوا باشد
نه چون دوست با من چنین چشم پای بگذاری	سرت گردم همان بهتر که دشمن زیر پا باشد
خدا از تهمتِ راحت بر سینها نگهدارد	خوشا مردی که در دیار طبعش را روا باشد

۵۳

توانند ناله کرد آن با چنین خوبی و موزونی
چو مظهر هر که با دیوانگیها میرزا باشد

نگاهِ مستِ تو آن را که مستفید کند	هزار پیرِ خرابات را مرید کند
تمام دامنت آلوده شد ز اشکِ رقیب	که تر چو گشت سگی عالمی پلید کند
ازان بدیدهٔ پر آب رفته ام در خاک	که گریه روی سیاه مرا سفید کند
چو آفتاب نجاتم دهد گر از شبِ قبر	چو صبح پیرِ غلامی که زر خرید کند
فدای همتِ آن قاتلم که بعد از مرگ	بنعشِ من دو سه زخمِ دگر مزید کند
اگر امیدِ وفا از تو در دلم باشد	خدا مرا ز درِ یأس نا امید کند

[illegible]

تو خود ولی نعم این و آن که پردازد
هوای سایهٔ گل خوش به بلبل آمده است
ز ناز نیست ترا فرصت سر از نیاز
ز گریه آب رخ ناله گر بریز ایم
اگر نه پای نهد خنجرت بسینهٔ ریش

بجای جان که تو باشی بجان که پردازد
دگر بخار و خس آشیان که پردازد
کنون بحال دل ناتوان که پردازد
بپاس حرمت این درد مان که پردازد
بآبیاری این گلستان که پردازد

جنون گرش نه به ره بخانهٔ زنجیر
بحال مظهر بی خانمان که پردازد

نسیم کوی رعنایان مرا بیکار میسازد
سر پای گران من اید در خبر امیدن
بهجران با امید وصل مردن خوش نمی آید
چه باک از تنگی گور است بیتاب محبت را
مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کرده است

ز بس نازک دماغم بوی گل بیمار میسازد
هزاران فتنهٔ خوابیده را بیدار میسازد
تمنا کار آسان مرا دشواری سازد
که جا در عشق نه دور از طپیدن آه میسازد
بطبع من تکبس کم ساختن بسیار میسازد

نیاید کاری از تنگیم جام می مظهر
همین مستی و بیهوشی مرا هشیار میسازد

چو کم سالی بهم سالی گلشن یاد می آید
کجا اصلاح خون عاشق از فصاد می آید

مرا بی اختیار ایام طفلی یاد می آید
علاج سر گرانیهاش انجلاد می آید

ولی نعم ... بر گاه و درون جان ... تو باشی بجان ... التفات ... ۵۴ ... عاشق ... [illegible]

دماغش تنگ شد تا خونِ عاشق را نمی‌ریزد	الٰهی خندهٔ او از جلال آبادی آید
قفس کی سند او وحشت‌ها می‌تراوند	ولیکن رحم بر تنهائیِ صیاد می‌آید
چو آن طفلی که جنباند سرِ زنجیرِ مجنونی	مرا از دستِ او هر عضو در فریاد می‌آید

کسی از تیغهٔ مظهر جنبیه بر سر کی تواند زد
قیامت میرزائیهاست که فرهادی آمد

دست و پای رنگین تو استاطه بیجا میکند	ای سرت گردم حنا هنگامه برپا میکند
با کمالِ خود فروشیها گرفتارِ خود است	میکند آرایشِ خویش و تماشا میکند
تا گمانِ عشق بود دل از جفا اندیشه داشت	چون یقین شد هر چه خواهد بی‌محابا میکند
خطِ او از پهلوی رخسار شور انگنده است	طوطیِ خاموش را آئینه گویا میکند
برفِ بارانی که می‌آید ز بالا بر زمین	آسمان از غصه تف بر روی دنیا میکند
از همه قطعِ نظر کن تا ببینی روی دوست	چشم بستن از جهان چشمِ دگر وا میکند

آه مظهر چون توان سوزِ محبت را نهفت
حسن شهرت عشق رسوائی تقاضا میکند

دلِ دیوانه از کوی بتان عزمِ سفر دارد	بجای توشه میخواهد از ینها دست بردارد
رقیب از من گرانیهای بی‌موجب بسر دارد	خدا این سنگ را از پیشِ پایم زود بردارد

۵۵

زروی پاکِ مغبچش این قدر گردید معلوم — که شبنم را ز روی برگِ گل خورشید بردارد

دلم خون شد که دامانِ تو در دستم نمی آید — قبایت ابر دارد از رنگِ گل از بو آستر دارد

کنون در جای پیچ مرقع سنگ می بندد
بطفلان منظهرِ ما چون محبت بیشتر دارد

چو گل شگفتگیم سینه خون شدن باشد — چو شمع زندگیم عینِ سوختن باشد

به بختِ تیره ز لعلت چه فیض بردارم — که هند مسکن و تنخواه بر یمن باشد

خدا سمیع و بصیرست کی تواند دید — که من نباشم و کس با تو در سخن باشد ۵۶

اگرچه طاقتِ یک گردشِ نگاهم نیست — خدا کند همه نازش بجانِ من باشد

شنیده ام تو میگفت دوش بدخواهی
که خوب نیست که منظهر در انجمن باشد

یاد روزی که دلم بندهٔ دیوارِ تو بود — چشمِ بیمارِ تو و زلف گرفتارِ تو بود

رحم بر حالِ دلم کردی و من داغ شدم — کاین دلی بود که شایستهٔ آزارِ تو بود

شمع سان جا بهر بزم ازانم دادند — که سرم داغِ تعشقِ گلِ دستارِ تو بود

نسبتِ یوسفِ مصری بتو لیکن یعقوب — تا بنورِ بصرِ خویش خریدارِ تو بود

نعشِ منظهر چو بکویت گذرد چشم مپوش — آخر این مرده همانست که بیمارِ تو بود

یادایامی که در شورِ جنون تأثیر بود — آفتابی چون سحر ما را گریبان گیر بود
یاد بند و بستِ عشقِ من که در مصرِ جنون — رشکِ بازارچه هر کوچهٔ زنجیر بود
هیچکس بر جامهٔ زیبانِ قتلِ من ثابت نکرد — گرچه خونم چون سجافِ سرخ دامنگیر بود
میتوان انصاف کرد آخر که اول حقِ کیست — در هلاکِ کوهکن پرویز بی تقصیر بود

عاقبت از بهرِ تحصیلِ کمالِ جذبِ عشق
شد مریدِ نوجوانی گرچه مظهر پیر بود

مرا کشته است بار این مرگ با بس گران دارد — ترا با نعشِ من چون پیش بگفت این مرده جان دارد
باین شیوه مزن ای نخلِ بهار آتش درین گلشن — که مرغی بی پر و بالی غریبی آشیان دارد
نیفتد کار یارب با زبردستان ضعیفان را — دلم سوزد بران پیری که عشقِ نوجوان دارد
یکی از بیخودیهای جرس ناله دانستم — که ره گم کرده سر درپی این کاروان دارد

بشور آورد مظهر نغمهٔ آن بلبلِ قدسم
که از آهِ حزینِ او دل آهن فغان دارد

اگر تسلیِ دلم را باضطراب رساند — که این نوید باین خانمان خراب رساند
ندانست زچه نور آفریده است خدا — که سایه‌ات نسبِ خود بآفتاب رساند
ازان نه دیدنِ روی نقاب بیزارم — که دستِ خمِ رخِ یار بی حجاب رساند

[illegible]

[illegible]

۵۷

[illegible]

۵۰

دل برشته ام از فرطِ گریه رفت ز کار — چو لعل آتشِ من رختِ خود بآب رساند

ز داغهای سراپای خود خوشم مظهر — که جزو جزو مرا غم بانتخاب رساند

من از پا گردم ای هیچکس دستم نمیگیرد — بمرگِ من کسی جز بیکسی دستم نمیگیرد

گرفتارم اسیری را که نگریزد ز آزادی — من آن داغی که از غیرت بخود مرهم نمیگیرد

ز ضعف و ناتوانیها کم از برگِ حنا گشتم — که دستِ پای قاتل رنگ از خونم نمیگیرد

علوِ رتبه ام در عالمِ بی رنگی بنگر — که دستم را ز عار از پا فتادن هم نمیگیرد

دستم آنکه پیشِ تشنه کامان تر شود مظهر — ملبِ جانش گر آید نامِ جامِ جم نمیگیرد

نقلِ دشنام بدو بی کشِ دیوانه دهند — چون بهم نوشِ لبان ساغر و پیمانه دهند

سر زپای خُمِ می باز نگیرم چون دُرد — گر کفِ خاکِ مرا راه بمیخانه دهند

میرو از شادی و صرفِ کفِ خرچ نیش کند — دامنِ شمع اگر در کفِ پروانه دهند

میدهم زود بنای گره خاک بآب — گر مرا رخصتِ یک گریهٔ مستانه دهند

سخت از خانهٔ زنجیر تنگم مظهر — دوستان کاش مرا رخصتِ ویرانه دهند

قوله دل برشته ام یعنی دل من از فرط گریه بیکار شده گویا آب رفته ۱۲ [illegible]

۵۸ [illegible]

مکش بهر خدا گو بر تو خون اهل باشد — به چراغ خانهٔ مهر و محبت اگر دل باشد

وفای بیحسابم آرزو دارد جفا کامی — که چون رحم خدا بیرحمی او متصل باشد

بلاک همت آن زخم کاری خوردهٔ عشقم — دهد جان و هنوز از مزد قاتل منفعل باشد

پسند خاطر مردانهٔ ما درد آشنایان — می مینا شکن با دلبر پیمان گسل باشد

اگر مظهر با این همت خضر آب بقا خواهد — ز ننگ زندگانی تا دم مردن خجل باشد

۵۹

ز یک سو بوی گل و ز یک طرف پیغام یار آمد — من آن دیوانه‌ام کز هر دو سو بر من بهار آمد

ز بیداد خزان و رحلتی دیدم گلستان را — که چون ابر بهارم گریهٔ بی اختیار آمد

ز محرومی چو مردم بر سر خاکم گذر کردی — مرا ناسازی طالع قیامت سازگار آمد

به اندک روزگاری نام مجنون زنده میسازم — با این شهرتی غزالانم اگر صحبت بکار آمد

ز بعد کشتنم مظهر فتاد از چشم یار اشکی — چو من بیغم نهال آرزوی من ببار آمد

۶۰ [illegible]

در چشم باغ سرو روانی بهم رسید — از بهر جسم غمزهٔ جانی بهم رسید

در سینه‌ام که تیر تو پیکان بجا گذاشت — گویا برای شکر زبانی بهم رسید

هر زخم بر سرم لب بازی زدی به ناز — از بهر پای بوس دهانی بهم رسید

آن خود فروشِ آینه نادیده محو شد — کز بهرِ عرضِ جنسِ دکانی بهم رسید

مظهر همه بخوابِ عدم بوده ایم غرق
تا چشم وا کنیم جهانی بهم رسید

بجز من گردِ سر گردیدنِ خوبان که میداند — بغیر از بنده آدابِ خداوندان که میداند
شناسد چشمِ مستت‌ها یقدرِ گریهٔ ما را — بغیر از میکشان کیفیتِ باران که میداند
برون هرگز نمی آید خوبان از دلِ تنگم — بجز این خیلِ یوسف قدرِ این زندان که میداند ٦٠
هزاران چاکهای سینه در یک لحظه میدوزد — هنرهای که داند سوزنِ مژگان که میداند

زخطِ پشتِ لب گیرم سراغِ آبِ دهن مظهر
که غیر از خضر راهِ چشمهٔ حیوان که میداند

صفای جامهٔ آتش نشاطِ حسن گر باشد — که چینِ دامنِ او شانهٔ موی کمر باشد
تو ای صبحِ قیامت جامه پوشی دیگرم — خدا حافظ کتانی را که مهتاب آشنا باشد
نباشد کار با دستار مستانِ محبت را — لباسِ پنبهٔ مینا کلاه مغزِ سر باشد
از اینجا میتوان بالا بلندیها فهمیدن — مرا تا گردن آبِ تیغِ او را تا کمر باشد

صدای نعلِ گلگونت اگر بشنود مظهر
جهد بیرون اگر در قیدِ آهن چون شرر باشد

داغ از غم ستا لاله که برگ حنا نشد — خون گشت لعل از اینکه ترا سنگ پا نشد

درویش را نعمت دنیا نصیب نیست — هرگز شکر بکام نی بوریا نشد

هرگز نمیرود ز جبین داغ بندگی — بر بام عرش رفت رسول و خدا نشد

او سوی هر که دید جراحت بمن رسید — گاه از دلم خدنگ نگاهش خطا نشد

مظهر ز فقر طرفه کمالی بهم رساند — بیگانه شد ز خلق و ز حق آشنا نشد

گرچه آمد آمد گل باغ باغم میکند — لیک دل از شور و شیون بیدماغم میکند

از سپیدی بر سواد او نمک پاشیده اند — کامیابیهای داغ لاله داغم میکند

در تلاش گوشهٔ امنی ازین آشوبگاه — آنچنان رفتم که عنقا هم سراغم میکند

منکه هم آهنگی مرغ چمن ننگ منست — دهر همداستان هر زاغ و کلاغم میکند

شعلهٔ ادراک من مظهر زمی روشن شود — آب چون یاقوت روغن در چراغم میکند

از آن اشکم هوای کوی آن گل بر زمین دارد — کز آن آب حیوان بسیار با خاک چمن دارد

همان دستم که با دامان خوبان آشنا بود — کنون در گور شوخی با گریبان کفن دارد

غبار جسم را جان مصفا بر نمی تابد — حباب از صافی مشرب نفس در پیرهن دارد

دهانی را که تقدیرش به تنگی نقش بسته
برابر میکنی با غنچه کو بوی دهن دارد

سفر کی میکند از کوی خوبان ناتوان مظهر
که چون نقش قدم هر جا که بنشیند وطن دارد

خوش قدان جا که ره رفتار نازم کرده اند
پایمال درد دامان درازم کرده اند

بی نشان بت بجز پای نیازم سر فرود
نقش پای دلبران مهر نمازم کرده اند

متصل دودم ز سر وز دیده اشکم میرود
شمع سان خلق از پی سوز و گدازم کرده اند

نشئهٔ معنی ست در صورت پرستیهای من
از حقیقت باده در جام مجازم کرده اند

همچو آن گردی که میگردد ز رفتنها بلند
خوش خرامان مظهرا زان پا سرافرازم کرده اند

دگر چگونه مرا مردن آرزو نشود
که آب زندگیم بی تو در گلو نشود

حرام باد بر او دعوی نزاکت طبع
کسی که در غم موی کمر دو مو نشود

شراب تلخ محبت بکام اوست حرام
کسی که عاشق خوبان تندخو نشود

اگرچه دشمن جان من است اجل مظهر
خدا کند بغم یار روبرو نشود

رفتی ز بسکه تند فغان را خبر نشد
چون تیر روی باد دمم کارگر نشد

۶۲

آن بکسیم کہ کشتہ شدم بیگناہ وگاہ — تا نام من آشنا لب نوحہ گر نشد
بلبل بکجا رود چہ کند کاندرین چمن — نشگفت غنچہ کہ گلچین خبر نشد

مظہر زہجر یار زبس سینہ داغ بود
جان رفت و اتفاق وداع سفر نشد

بکنج باغ زبیداد ظالمانی چند — فتادہ اند پری چند و آشیانی چند
مرا ز جنبش رنگ روان یقین گردید — سپردہ اند درین خاک نیم جانی چند
توان ز سرخی آن چشم سرمہ سا دریافت — کہ کشتہ اند درین گوشہ بیزبانی چند

مپرس باعث ضعف قوای مظہر را
گذشتہ بیز زبیداد نوجوانی چند

دلم ز لذت بیداد عشق سیر مباد — چو مرگ درد محبت دوا پذیر مباد
ہوای قصر اگر در سرست خسرو را — خراب تیشہ الفی بجوی شیر مباد
ز باغ تا در صیاد این صداست بلند — کہ ہیچ مرغ چمن فصل گل اسیر مباد

فلک معاملہ اش بد چون بمظہر گفت
کسی بخون کسی این ہمہ دلیر مباد

آنچہ گویند کہ جانی دُتنی ساختہ اند — جان حزین ز محبت ہی بلی ساختہ اند

کارسازان ازل نیستی و هستی را / با هم آمیخته او را دهنی ساخته اند
ماهمه بنده و مشتیم ولی اهل تمیز / کعبهٔ شیخ و دیر و برهمنی ساخته اند

هست مشهور که من شاعر خوش فکر تمام
مظهر این صد اهل ندارد سخنی ساخته اند

با دل دشمن بیک زندان اسیرم کرده اند / بی گنهگارم که هم زنجیر شیرم کرده اند
بندهٔ تدبیر خوبانم که از افراط ظلم / از دو عالم سیر بر هجران دلیرم کرده اند
این بتان خون ناحق ریز چون دزد حنا / بی وقوع جرمی از من دستگیرم کرده اند

اینکه مظهر گفتنی گریه با شم نیست
از نم مژگان چو ابر تر خمیرم کرده اند

چو از چشم تو حال دلم تباه شود / بران مباش که روز کسی سیاه شود
بار تیغ گر گشتهٔ تو هیچو منی ست / چه ممکن ست که در حشر دادخواه شود
بدامنت نرسد دست من بشوکت حسن / هزار بار تنم گر غبار راه شود

ز شان ظلم چه کم میشود که مظهر نیز
هلاک تیر نگهای گاه گاه شود

باغبان بیرحم و من در دام فصل گل رسید / الوداع ای هم صفیران گل این بلبل رسید

۶۴

شب بخواب آن زلف عارض دیده‌ام پیچیدم
این بلاهای سیه را تا کی از سر وا کنم

تا بجیبم گل رسید و تا کمر سنبل رسید
زلف می پیچید با من از قفا کاکل رسید

بی سند مظهر نباشد هیچ فن را اعتبار
نالهٔ موزون که دو نم از لبِ بلبل رسید

سوزِ دل از پیرهن مویم نمایان کرده اند
تا صبح امشب دیده ام خوابی که از اعجازِ حسن
تشنه مردن بوی خصیکه سیر از زندگیست

این ستم کیشان مرا در سحر چراغان کرده اند
رو سفیدم روز حشر این مو سیاهان کرده اند
از جفا کم گشته اند اما چه احسان کرده اند

الیضاً

چشمِ تر سیرابیِ رخسارِ خوبان میکند
نی گلِ باغ وصال کردست نی بار زخم آب
گردبادی نیست اینجا بلکه تا امروز دشت
آن گشته هیچ حقِ محبت ادا نکرد
داغم ز ننگ فرصتیِ دل که چون سپند
از اشکِ گرم و از دمِ سرد آفریده اند
خون ریزیت بجاست که سر وقدِ ترا

ابر با این گل زمین هادا گلستان میکند
آن جفاهای که دستم بر گریبان میکند
موی خود در ماتمِ مجنون پریشان میکند
الیضاً
کز هر دست بر بازوی قاتل دعا نکرد
عمرش برای نالهٔ دیگر وفا نکرد
الیضاً
ما را برای خاطرِ درد آفریده اند
چون نیزه از برای نبرد آفریده اند

۶۵

۱۵ [illegible]
صنعت [illegible]
[illegible]

یاد روزی که دلم معتکف کوی تو بود	ایضاً	مژه جاروب کش کوچهٔ ابروی تو بود
شب نمودند بمن نامهٔ اعمال مرا		صبح دیدم که به بستر گیسوی تو بود
بساط خرمی هرگاه چشمم چید میگرید	دیگر	چو شبنم روی گلرنگی بهر جا دید میگرید
ز آه آتشین من دل سنگ آب میگردد		بمژگان ترم شوخی که میخندید میگرید
یاد آن قرب که مژگان خجل جای تو بود	دیگر	دیده پامال تو و سینه لگدکوب تو بود
بچه ناز گردبادی ز غبار ما بیاید	دیگر	اگر آن دراز دامن بمزار ما بیاید
٦٦ از ناادب از وضع تو جرات مژه دارد	دیگر	سیر گل رعنای محبت مزه دارد
شنیدم روز حشر این دیدهٔ نمناک میگردد	دیگر	ازین آب روان آخر حسابم پاک میگردد
شب ندانم که بفرقم سر پای که آمده است	دیگر	که گل زخم سرم بوی حنا می‌آید
نامهٔ عاشق آن سرو خرامان کردند	دیگر	از غبارم علم حشر نمایان کردند
جز تو بر دیدهٔ ما کس نگذارد قدمی	دیگر	شهره دارد که درین خانه پری میباشد
میشوم داغ چو نیم بر دو رخ تو که حیف	دیگر	در چنین قالب نازک دل سنگین باشد
داغ عشق نازک‌تر ز حسن است	دیگر	ترا ز رنگ و مرا بو آفریدند
نوبهار آمد مرا زنجیر در گلشن کنید	دیگر	دوستان امسال تدبیر مرا بطور دیگر کنید
یکشبم نگذاشت کاین دل داد و بیدادی نکرد	دیگر	زیر دیوار کسی ننشسته فریادی نکرد

چشم شوخ تو چو آزار دل زار کند	دیگر	فتنه را از سر پای مژه بیدار کند
زند جا جاک بساز و جامه اندازِ حسن او	ایضاً	چو آن صهبای خورزری کو در مینا نگنجد
کی ز ورکس بسر کشتی یار من رسد	ایضاً	زاری مگر بداد دل زار من رسد

ردیف رای مهمله

له شور باران برنمی تابد سر مخمور من		پنبه بر دار از سر مینا و در گوشم گذار
دل غمگین مرا باز هدف کرد اختر	ایضاً	حاصل عمر مرا آه تلف کرد اختر
اشک طوفانی من چشم مرا کرد سفید		آن قدر جوش زد این بحر که کف کرد اختر
مژه بر هم زدنم سد رهِ اشک نشد		این دم لا ورگذر از قلب بصف کرد آخر

مقطع این غزل افتاد چو مشکل مظهر
مرد قافیه ام شاه نجف کرد اختر

ردیف زای معجمه

بر نماز و روزهٔ دیر سوز و ساز خود مناز		یار بی پروهست هرگز بر نیاز خود مناز
گردباد خاک ما هم خالی از انداز نیست		این همه بر دور دامان دراز خود مناز
شعله از پهلوی خس این سرکشیها میکند		ای بد آموز نیاز ما بناز خود مناز
روز و شب از چشم ما دریای آتش میرود		این قدر ای شمع بر سوز و گداز خود مناز

له قوله شور باران
یعنی شور باران
بر نزاد لطیفی بود

۶۷

انفعالِ جرمم بهتر از غرورِ طاعت است
مظهرا می‌ورز از حقیقت بر نمازِ خود مناز

شد خطِ او سبز دار در چمنِ بیجا هنوز
می‌چکد مانندِ طوطی خون از آن لبها هنوز

توبه خود کردم ولی فوجِ شرابم در سر است
از نگه بوسم دهانِ ساغر و مینا هنوز

در چمن یک صبح دم بندِ قبا وا کرده
می‌پرد بر باد هر سالی گریبانها هنوز

در امیدِ وعدهٔ دیدار از بس مرده‌ام
بوی جان می‌آید از خاکِ مزارم ها هنوز

نالهٔ موزون می‌کند عمری است تا پیشِ یار
نیست مظهر از شمارِ شاعران گویا هنوز

۶۸

خط دمید و رخت آشوبِ جهان است هنوز
تنت ای رشکِ پری آفتِ جان است هنوز

رست و بازوی تو بالید ولی نازک‌تر
پشتِ پای تو ز زردی دگران است هنوز

نرگس از تربتِ من رسته و خوبان گویند
خاک گردید و چشمش نگران است هنوز

مظهرِ بی سر و پا داغِ دلِ گرمِ تو ایم
پیر گردیدی و عشقِ تو جوان است هنوز

گو نشد ای بلبلان باغِ عمرِ من دراز
باد یا رب سایهٔ دیوارِ این گلشن دراز

می‌شود هر یک خسِ انبارِ خاکِ من بیاد
آن قدر رها کرده اند این خوشه‌چینان دامن دراز

بهرِ استقبال آن لبهای نوشین میکند   وقتِ می خوردن صراحی مُنفعل گردن دراز

عشق را گر رخصتِ شیخی نمیبود حسن را
دست کی کردی زلیخا سوی پیراهن دراز

ردیفِ عینِ مهمله

تربتِ ما بکسیان حاجت ندارد سوی شمع   برنمی تابد دماغ نازکِ ما بوی شمع

ردیفِ غینِ معجمه

چون کنی افروزی چشم ای عالم افروز چراغ   میگریزد سرمه از چشمِ تو چون مرد چراغ
واعیِ عشقی که باشد نا قبولِ هر طرف   کوهکن با خویش خسرو رفت شیرین بدماغ ٦٩

ردیفِ لام

دین ما دیدن و بیهات که دمین مشکل   نه رسیدن بتبان کفر و رسیدن مشکل
تابِ بی تابیِ عشاق نداری افسوس   مشکل افتاده گرِ جامه دریدن مشکل

ردیفِ میم

میکند بیداد با ما من ادای خوش کنم   از میانِ جور ها طرزِ جفای خوش کنم
همه سرِ راه افتم و هر لحظه برخیزم چو گرد   گر برای سودنِ پشتِ پای خوش کنم
چشم چون نقشِ قدم وا کرده منشینم براه   تا ز خاکِ پای خوبان توتیای خوش کنم

آن هنرپیشه نفرم که بوقتِ انتخاب
از نیستانِ دو عالم بوریای خوش کنم

می‌نشینم بر سرِ بازارِ مصرِ خیال
تا ز یوسف طلعتان جنسِ ادای خوش کنم

در گلستان‌ها ز هر گلبن فروکش میکنم
گز برای دفعِ دلتنگی هوای خوش کنم

بر سرِ من قاتلان جمع اند و از جوشِ سرور
نیست آن فرصت که بهرِ خود بلای خوش کنم

تنگم از تدبیرها دار الشفای درد کو
کز پی رنجوریِ مظهر دوای خوش کنم

٧٠ ز سود الطلعتی دیگر گردیده طینتِ پاکم
مبارک شد چو گل امسال این پیراهنِ چاکم

نمیگردد حجابِ نورِ باطن طینتِ پاکم
ز فانوسِ سرم گردد نمایان شمعِ ادراکم

دو روزی پیش از این میکردم آتش بر دامن
کنون این شمع منت میگذارد بر سرِ خاکم

بزیرِ چرخ بدطالع‌تری چون من نخواهد شد
که با آن کوششم گشته نه بست آخر بفتراکم

چو نرگسدان اگر از هر بنِ مویم قلم روید
کشد خطّ مثیلِ آن چشمِ سخنگو طبعِ چالاکم

پس از دیری چراغِ خاندانِ عشق روشن شد
چو مجنون سرمهٔ چشمِ بیابان شد کفِ خاکم

بزمِ شمع رخسارم مبر بهرِ خدا مظهر
که چون پروانه من در دادنِ جان سخت بیباکم

گر انظارهٔ آن شوخ معذورست میدانم
ولی دل در تلاشِ وصل معذورست میدانم

شود تا بعد قتلم حیله بهر دفع بدنامی — ترا زین آشتی چیزی که منظور است میدانم

ز تلخیهای هجران گرچه دل را عشق تا بشد — بشور بخش و بس راز شیرین تلخی شور است میدانم

بمن از دوری او مرگ نزدیک است میدانند — ولی نزدیک من لعل دهان او دور است میدانم

بمن ناصح ز ترک عشق میگوید نمیداند — گر گوش من کر است چشم او کور است میدانم

نگو از ناز و استغنای آن رعنا جوان مظهر
بخوبیهای خود بسیار مغرور است میدانم

کنون پروانه ام گر نگردد خجلی ام — که از ابر گریه من سبز شد پشت لب بامم

چو آن جامی که خالی از می لطف سازندش — کند خود را تهی در مهر کردن خاتم از نامم

چو فانوس خیالی گنبدم بر گور میگردد — زیارت میکند از بسکه گردشهای ایامم

چو از نگین نگردد حرف من امروز کز طفلی — برنگ غنچه شیر از خون دل کردند در کامم

تو آن زخم دل من از رگ گل دوختن مظهر
که مجروح برنگ و بوی این دیده و دشنامم

عشق یوسف زار کرد از گلخن کاشانه ام — ساخت از بازار مصر آباد تر ویرانه ام

بهر اندک وصل هجر دائمی کرد اختیار — داغ دارد تا قیامت فهمی پروانه ام

ناتوانیهای من بنگر که چون تار رباب — قد اهم تکیه دارد بر ستون خانه ام

۷۱

بند بچاک گریبانم که از فیضش چو صبح
سر قسمت کن که چون زنجیر جوهر دار تیغ
بپالش سر نهادم گرد اندازیکه من مردم
بحرف مهر احیای رقیبان کن و تا قسمت
بمن امروز ثابت شد پری در شیشه ملیا شد
کند قالب تهی نی کز لب نای جدا افتد
ز شوخیهای آن مژگان گیرا کارم آخر شد ۷۳

ایضا

خنده‌ها دارد بریش آسمان دیوانه‌ام
صد هزاران مور پنهان کرده در هر اندام
بر دیم پشت پای زیبای آن نازیکه من مردم
مسیحائی لعلش نمود اعجازیکه من مردم
بگوشم از در دل آمد آوازیکه من مردم
فلک دورم فگند از یار دمسازیکه من مردم
جهان افشرد دل آن چنگل بازیکه من مردم

باز خواهم گله از جور تو بنیاد کنم
زیر دیوار تو بنشینم و فریاد کنم
منم آن بلبل دل تنگ که در سینهٔ من
جای آن نیست که یاد گل و شمشاد کنم
می طپد در قفس سینه اگر آرام شود
مرغ جان گرد تو گردانم و آزاد کنم
هر کجا می نگرم جوی روانی در کوه
سر بسنگی زنم و ماتم فرهاد کنم

گر سر رشتهٔ تقدیر بیابم مظهر
عوض عشق عذابی دگر ایجاد کنم

گرچه من صید ضعیفم مشت خون آلوده‌ام
نذر صیادی پری ابر شگون آورده‌ام

وادیِ مجنون بعهدِ من پرست از گردباد
بعد عمری خاک را در ابر جنون آورده‌ام

جوی شیر آوردن از کهسار چندان کار نیست
من ز کوهِ سینهٔ خود جوی خون آورده‌ام

از چنین آزادیِ بی‌وقت زندان بهتر است
گل چو رفت از دام مشتِ پر برون آورده‌ام

منکه مظهر آب میشد زهره‌ام از نامِ هجر
تاب این غمها نمیدانم که چون آورده‌ام

چسان ز جامهٔ خود دگر دستی افشانم
که این غبار چو صحراست جزوِ دامانم

مگیر نامِ جنون پیشِ من که خواهد رفت
ز راهِ چاکِ گریبان چو بوی گل جانم

نهان چگونه کنم رازِ خود که همچو قلم
بجای اشک سخن میچکد ز مژگانم

بسانِ دستهٔ سنبل بعینِ جمعیت
بعشقِ زلفِ تو سر تا قدم پریشانم

بحسنِ خویش کند ناز عشقِ من مظهر
بآب مصر بشستند خاکِ کنعانم

با شکوهِ فقر حسنِ با صفا را بنده‌ایم
گرچه شاهیم ای خداوندان شما را بنده‌ایم

جلوه منظور است خال و خط ندارد اعتبار
خوشنشین و دودمانِ چیپان جا مهار را بنده‌ایم

تا مرادِ دل بزیرِ پای بتان آسوده است
طالعِ فرخندهٔ رنگِ حنا را بنده‌ایم

جز پرستش هیچ از عشقِ بتان مقصود نیست
ای هوسناکان دلِ بی‌مدعا را بنده‌ایم

۷۳

سرفرو باکس نمی آریم در طرزِ سخن
خوش ادیهای مظهر نظیرا بنده ایم

از دوا هرگز نخواهد رفت آزارِ دلم
دلدهی باشد علاجِ من که بیمارِ دلم

تازیاشی گر کند بر عیشِ رنجِ من نجاتست
باعثِ آرامِ خوبانست آزارِ دلم

میکند هر لحظه پیشِ خردسالانم سبک
زین ادا ها آنچه من فهمیده ام بارِ دلم

در بلاها از برای خاطرم افتاده است
منفعل از دل خجل از دل گنهگارِ دلم

هر کجا بینی دلِ مظهر ثمن باید رساند
گر به نقدِ جان بدست آید خریدارِ دلم ۷۴

از برای سجدهٔ عشق آستانی یافتم
سر زمینی بود منظور آسمانی یافتم

سردمهریهای چرخِ دون بلاکم کرده بود
روی گرمِ آفتابی دیده جانی یافتم

در ریاضِ هند برخوردم بعشاق مستی
سبزهٔ بود آرزو و سرو روانی یافتم

وسعتِ مشرب چه دنیای فراخی بوده است
چون فلک در گردشِ ساغر جهانی یافتم

خویش را مظهر بدستِ دلبری بفروختم
بهرِ بیعت پیرکی بهتر جوانی یافتم

دل و چشمم ترا قاتل بخون دانستم و دیدم
باینها خونِ خود را دیده و دانسته بخشیدم

چو رنگ پان نمودار از گلوی یار شد گفتا | که خون ناحقم از گردن قاتل تراویدم
عروسش چون نشد راضی که بر پا بگذارم | برای خود تبی از سنگ پای او تراشیدم
شدم در باغ و بر یاد کف پای نگارینش | گرفتم برگهای لاله و بر دیده مالیدم

سبک در چشمها گردیده و در دلها گران مظهر
نهال سرو را با قامتش چندانکه سنجیدم

۷۵ از آن در چشم از پاس او نگشوده دارم | که من پای رخ از غیرت کسی ننموده دارم
صلای سیر باغ ای بلبلان با من خوش است این | که در کنج قفس مشت پری فرسوده دارم
بهر جایی قدم زد اشکم از انجا لاله میروید | که چشمم بر کف پای حنائی سوده دارم
بستان وضع رنگینم گمان بد مبر زاهد | بصد پاکی چو گل دامان عصیان آلوده دارم

ز دوران عار دارد در دلی زنهار من مظهر
چو داغ لاله داغی در نمک آسوده دارم

یاد ایامی که یاری غمگساری داشتم | با غم هجر در سر نیز وصل کاری داشتم
ظاهر و باطن همه تدرو نیاز عشق بود | درد پنهانی و داغ آشکاری داشتم
دل درون سینه دائم همچو بسمل میطپید | روز و شب با بیقراریها قراری داشتم
بر سر نازنینی گاه پای میگذاشت | با همه بی اعتباری اعتباری داشتم

نوجوانان شیوهٔ عشق و عاشقی مفتِ شماست
پیش ازین ما هم دلِ هنگامه آرائی داشتیم

از چه جرم این رشته بر اعضای ما افتاده است
چون صبا بندِ گریبانِ گلی نگشوده ایم

هیچکس برگِ گلی بر مشتِ خاکِ ما نریخت
گرچه عمری شد سرِ راهِ چمن آسوده ایم

جای رحم است اینکه اکنون گریه خون میکنید
چشمِ نمناکی که بر پای حنائی سوده ایم

امتثالِ امرِ مظهر از ادب بالاتر است
این غزل البته باید گفت ما فرموده ایم

اشاره به سوی «الامر فوق الادب»

سینه تا بر سینهٔ دردآلم ساید دلم
هر نفس بندِ قبای زخم بگشاید دلم

بسکه ما غم میکند انشا گویندش که باز
بی طلب تشریف ارزانی نفرماید دلم

بردنِ مرغِ چمن امسال ما را این عجب نیست
بوی گل تنهاست تیرِ سم بشور آید دلم

مظهر این یارانِ یکدل همدمِ هم اند
گر حبابی میخورد بر هم مدد آید دلم

از پیِ کسبِ فنا جمله بجود آمده ایم
بهرِ معدوم شدن ما بوجود آمده ایم

نیست از ذره نشان هیچ تا بخورشید
ما باعجازِ نگاهِ بت بنمود آمده ایم

سر نیاورده بطاعات فرو در همه عمر
خوش بمحرابِ قدِ خم بسجود آمده ایم

[illegible]

۷۶

[illegible]

منظر از نالهٔ ما گشته جهان تیره و تار
خام سوزیم ز بس سخت بره وآمده‌ایم

گر بدام تو دلم خون شود افغان نکنم
از ادب خاطر آن زلف پریشان نکنم

یار چون کشتن من زود دیر گ میخواهد
من چرا مردن دشوار خود آسان نکنم

سیر مهتاب بویرانه سلامت مظهر
بمزار تو شب عیش چراغان نکنم

ایضاً

باغبان خانهٔ آباد ثناخوان توام
چون صبا باد فروش گل ریحان توام

طرفه شمعی تو که چون صورت فانوس خیال
متصل گرد تو میگردم و حیران توام

۷۷ از خیال تو شود سینه قریب که چاک
تنگ دارد چه قدر جامهٔ چسبان توام

ایضاً

نه خوش کردم گلرنگی نه بوی یاسمن دم
همین چاک جگر چون شعله با خود در کفن بردم

کسی با گل بهار عشق یا باغبان بازد
بگفتم خیر باد آشیان از چمن بردم

مبادا ما بجز شمع بالین کسی مظهر
که داغ تازه همراه بتو کهن بردم

ایضاً

جهانی گرچه از شورم و آزارست مینالم
مرا صبری که هست درد بسیارست مینالم

گرستن نیز طرز عرض احوال است میگریم
فغان هم طوری از اطوار گفتارست مینالم

رفیقان بر شما گر تلخ گردد خواب معذورم
مرا چشم بیماری سر و کارست مینالم

بیش ازین در گلشن میخانه مسکن داشتم
داغها چون لاله جای گل به دامن داشتم

کرده ام عشق سیاهی تا دیار اسیر راه
عمرها دل چون جرس در قید آهن داشتم

در جنون هم میرزائی از مزاج من نرفت
گر برای خویش حمامی ز گلخن داشتم

گرفتار حیات از بهر آن لعل گیه گیرم
بموی بسته ام این زندگانی همچو تعبیرم

بجو و بد میکند هر کس که با دیوانه بد باشد
ز جوهر با خمی دائم ز زنجیرست زنجیرم

ایضاً

همین عیبی که در ظاهر نگنجد زخم با بیم
پس از صد سال فهمیدم که زنجیرست تقصیرم

گریه میکرد زلیخا و بحسرت میگفت
پیرهن رفت ز مصر و سوی کنعان نزدم

دل عطیه ام از زخم نشد سیر افسوس
جگر خویش بدان خنجر مژگان نزدم

ایضاً

ادب گیر میدهم از دست حرفی که من گویم
زمین بوسم به رنگ خامه اول چون سخن گویم

منم آن بلبل بی بال و پر کز نا امیدیها
ندارم خوشی کز گل بسم حرف از چمن گویم

ایضاً

چون شان عسل محشر نیشم چه گویم
چون گل همه تن زخمی دل ریشم چه گویم

از ما خبر ضبط در ره صبر مپرسید
ما نوحه گران دل خویشیم چه گوییم

ایضاً

نباشد تا حسین آمد ابرت همچو تصویرم
نگیرد زندگی بی پرده صورت همچو تصویرم

چو می بینم در گوش تو از رخ میپرد رنگم
بسر یکقطره می آرد قیامت همچو تصویرم

[illegible]

۷۸

[illegible]

ابپای رفتنِ یاران ازین جهان رفتم		برنگِ سایه بتحریکِ دیگران رفتم
ز ضعف هستیِ من تا عدم سرِ مو فرق		کمر تو بستی و من مفت از میان رفتم
	ایضاً	
سحر عید گل و ما شورِ بلبل و چمن دیدیم		به نیرنگِ فلک بسیار همچون صبح خندیدیم
مناسب نیست با هر بی سر و پایی طریقِ عشق گشتن		رقیب امشب ادا با کرد و من هرگز نخندیدم
	ایضاً	
نیازِ عاشقان معشوق را در ناز می آرد		تو تا با ما وفا بودی تو را من بیوفا کردم
	ایضاً	
دلم بر خویش میسوزد که مشغولِ عجب کارم		تو در خوابی و من شبها بسودای تو بیدارم
	ایضاً	
نه از وحشت چو مجنون نی ز غم چون کوهکن مردم		کشیدی تیغ و چیزی زیرِ لب گفتی و من مردم
	ایضاً	
ما از نیِ قلیانِ کسی کام گرفتیم		آخر ز لبش بوسه به پیغام گرفتیم
	ایضاً	
میتوان داد بما خدمتِ خیاطیِ خویش		که بیالای تو عمریست نظر دوخته ایم
	ایضاً	
بیگانه شد ز همچو منی بیوفا دلم		یارب شود بهیچ خودی آشنا دلم
	ایضاً	
رحم آیدم که بی تو چسان میشود بسر		بیکس دلم غریب دلم بی نوا دلم
	ایضاً	
فراقِ دوستان کرد از حیاتِ خویش ناکامم		من آن خاکم که رفتنهای یاران داد بربادم

ردیفِ نون

رونقِ فقر فزون کرد پریشانیِ من		سخت زیبد بتنِ جامهٔ عریانیِ من
کی کسی پیشتر از وقتِ مقدر میرود		ورنه شبِ هجر اجل کرد نگهبانیِ من

۷۹

[illegible]

۵۷ یعنی زیر بار گرانجانی من شکستن آن پنهان

سعیها کردم در تمنای وصال — هجر بسیار سبک شد ز گرانجانی من

از جدایی ناله و فریاد کردم افسوس — یار آگاه نشد از غم پنهانی من

چون نگینی بر سینهٔ این صید بنازد صیاد — عرصهٔ دام چمن شد ز پرافشانی من

می شود در همه جا یار سبکبار عزیز — گشت سامان دگر بی‌سر و سامانی من

حاجتم نیست به تعریف عزیزان مظهر
که سخن میکند اظهار سخندانی من

نصیب من نشد در خواب هم دیدار یار من — بلی این بود مزد دیدهٔ شب زنده‌دار من ۸۰

به اندازی سحر پای زدی بر جسم زار من — که با صد یاس با چندین امید افتاد کار من

بکام دل مبادا این عمر کوته فرصت چون شبنم — بیک پیمانه آخر شد چو گل فصل بهار من

خراب دیده و دامان ز راز خویش خرامانم — بسان گرد باد از پای ننشیند غبار من

بخاکم آمدی و بسکه بر گرد تو گردیدم — برقص آمد برنگ آسیا سنگ مزار من

چنان از خویش میرفتم که هرگز بر نمیگشتم — اگر می‌بود در دستم عنان اختیار من

روم هر صبحدم در باغ و برگ لاله را بوسم — که میماند به رنگین ناخن‌های نگار من

بهار آخر شد و گل وا نشد با من تهی قسمت — (ای مشابه است) نرفت امسال هم از سینه بیرون خار خار من

بگیرم نهال سرو را کین طفل خوش قامت — نشانی میدهد در خوش روشی‌ها یار من

[illegible]

خوشترست از گلِ خورشید بدستار زدن	نو گلی بر قفسِ مرغِ گرفتار زدن
شد بصد خونِ جگر نالهٔ من سیر آهنگ	بی شفقت نتوان نغمه بر این تار زدن
این همه عرضِ تجمل که دهد شمع بعشق	از من آموخت گلِ داغ بدستار زدن
شیخ بر سبحهٔ صد دانه چرا می نازد	نیست پیش از گره چند بزنار زدن
شعرِ نازک برِ این سنگدلان نتوان خواند	نیست این کار کم از شیشه بکهسار زدن

۸۱

[illegible]

از نقشِ پای یار چمن شد غبارِ من	آخر بگل گرفت محبت مزارِ من
حُسنی لناخت نامه برم از زبانِ یار	شرحش نیامد از دلِ امیدوارِ من
در خواب هم رخِ تو ندیدم از انکه بود	خوابیده بخت دیده و شب زنده دارِ من
در هجر و صل ماند گرفتارِ حالِ خویش	گاهی نیامد این دلِ ناکس بکارِ من

در بندِ نو بهار نباشد جنونِ من	چون خم تمام سال نه زد جوشِ خونِ من
باشد خلافِ طورِ جهان سعد و نحسِ عشق	باشد چو غنچه چاک گریبان شگونِ من
شیرین بجوی شیر بفرهاد صلح کرد	راضی نگشت نوش لبی بخونِ من
این بس که گر بعزمِ تو مظهر رهِ نجات	بس گر هی بست جانبِ حق رهنمونِ من

نمیدانی تو طور پنبه بر داغ جگر بستن		بزخم بستن مرهم بود بر غیر در بستن
بود چون بند و بست شمع بر گیس درخ زرتار	ایضاً	ز من وال بستن وا زیار بر خود کمر بستن
صنوبرم شد کنون رخت سفر زگلستان بستن		نصیب من نبود همسال بر شاخ آشیان بستن
تو ای صیاد ایام خزان ظالم کجا بودی		چو گل دانسته لازم بود بال بلبلان بستن
مبین آئینه گردی زخمی تیغ نگاه خود	ایضاً	ضرورست ای پسر از رجعت سیفی حذر کردن
میتوان بست بصد خجلت نقش تو با تصویر من	ایضاً	تیغ در دستی و در دست دگر زنجیر من

ردیف واو

۸۲ نشست آخر خط گرد یتیمی بر عذار او		نگشتی گر مرا می آمدم اکنون بکار او
گذر افتاد چون ما را بخاک میرزا مظهر		قیامت مطلع خواندیم بر لوح مزار او

ردیف ها

بخاک و خون دمادم گو از برای من وطن کرده		خدا رحمت کند دل را از رفاقتهای من کرده
دلم بر خویش میسوزد که با آن شمع میسوزم		که خون صد چمن پروانه را در یک لگن کرده
مرا از خانهٔ صیاد بوی باغ می آید		اگر چوب قفس از خار دیوار چمن کرده
چو لعل از آتش این سنگ ما بیچاره ام خوش شد		چرا این گبر هم جوشی تنگ پای آن برهمن کرده
بنعق باده جای بت سر شیشهٔ می را		مرا زنّار این مینای کافر برهمن کرده

۵ [illegible]

حقوقِ خود زلیخا می‌شمارد لیک از غافل — کہ یعقوب از پیِ یوسف چہ در بیت الحزن کرده

بحرفِ کس نماند حرفِ من مظهر چو جبرئیل
خدا بیواسطہ تعلیم و اصلاحِ سخن کرده

ردیفِ یای تحتانی

نماند امروز کس غمخوارِ این بیمارِ سودائی — فغان از بیکسی فریاد از بیداد تنهائی
بجز نظاره کارم نیست منظورم پس از مردن — بکن بارِ غبارم سرمهٔ چشمِ تماشائی
مقابل روی روشن گر نباشد کور میگردم — نیاید بی مہ و خورشید کار از نورِ بینائی
مهیای شکستن شیشه داریم دل نامی — کہ چون نگین دلی بندد کند اظهارِ مینائی
ز شغلِ عشق غیر از بیقراری نیست مقصودی — نگهدارد خدا از تهمتِ صبر و شکیبائی
بحالِ خود نه دارم التفات از بادی ام — خرابِ خویش بر دوشی بلاکِ خویش سودائی

۸۳

مکن در عاشقی تعلیمِ خودداری مرا ناصح
ز خوبان سرکشی و ز میرزا مظهر جبین سائی

۵ [illegible]

دل بچاهِ ذقن افتاد حریفان مددی — یوسفم گم شده اخوان عزیزان مددی
گریه بر باده بی ابر ضرور افتادست — نیست نم در رهِ ام حضرتِ باران مددی
تابِ سوزِ دلم آن طفل نخواهد آورد — عرضِ حالی چو کنم دیدهٔ گریان مددی

رفتم از میکده امابد عامی خواهم
دیر شد کوچه و بازار خموش افتاد است

که ازین در نرود لغزش مستان مددی
شور مجنون مددی محشر طفلان مددی

گفت مظهر غزلی بهر جگر گوشهٔ تو
غوث اعظم صلهٔ قبلهٔ پاکان مددی

یقینم شد که از سوز درون من خبر داری
دل سخت بتان گر نرم سازی جبرها داری
بعشق او بگذار آبروی مشت خاکم را
بجز دیوانه نتواند کس اینجا پای بگذارد

که پا بر سینه ام چون میگذاری و دربر داری
تو ای فریاد میدانم که در دلها اثر داری
مکن ای دل دریغ از گریه تا نم در جگر داری
نمیدانستم ای صحرا تو هم در دامن خار داری

خرابات محبت را چه قدر از تو دارد مظهر
زهی مستی غبار بصید پاکی چو گل دامان تر داری

چو منی اگر تلف شد تو چرا ملال داری
سر آن غرور گردم که کنی چو لطف من
چو نگاه حسرتم دید بزبان تیغ ابرو
نخوری فریب سانی که بشیشه بادهٔ دل
بتمتع زدنیا زدین نصیب مظهر

بحل ست خون عاشق تو چه انفعال داری
سر پا نشین و پرسی که بگو چه حال داری
من خون گرفته را گفت که چه در خیال داری
زبهار خم ست مردی که تو در سفال داری
تو بغیر بیکمالی چه قدر کمال داری

افتاد

۸۴

ی ی

خوشا کز می غبار سینه‌ام را پاک برداری
به آهم گر دهی ساقی مرا از خاک برداری

به جرم مستی تردامنی روز جزا یا رب
چو برگ تاک از خاکم گریبان چاک برداری

سرت گردم چه خواهد شد که چون من بی‌نوا خوار
به دامان ورا از خاک چون خاشاک برداری

خدا حافظ ازین سیل بلا که به مظهر
مبادا آستین از دیدهٔ نمناک برداری

دیدهٔ من که ز حرمان همه آتش کردی
خانهٔ پُر صفا بود خرابش کردی

با خبر باش مبادا ز مژه سوز افتد
جگرم کز نگهِ گرم کبابش کردی

ای محبت چه قدر خانه برانداز خودی
دل که آرامگهت بود خرابش کردی

چه بدی داشت گر ای ناله اثر میکردی
از دل من به دل یار خبر میکردی

ای خدا اشک مرا قدر نبخشیدی حیف
یاد آن روز که از قطره گهر میکردی

یاد آن روز که مظهر به سر تیغ ستم گشتی
سینه میسودی و تسکین جگر میکردی

بلوح تربت من یافتند از غیب تحریری
که این مقتول را جز بیگناهی نیست تقصیری

اگر یکدم از دنبال شعم خواهد برید از من
که خوابم را چو مجمل نیست غیر از قطع تعبیری

ز غیرت میکند مرا آن غزال تند خو از من
کنم در خواب اگر چون شیر بالین سیل نخجیری

نمیدانم بهار آموخت طفلانرا چه افسونی / گرمی هنگم در هر خانه زنجیری و مجنونی

فلک در سایه من میدهد آن خسرویانرا / که لازم گشته با تصویر لیلی بید مجنونی

ایضاً

سربامی زنی اکنون سرم را یاد آیا می / که میکردی بلند اکثر بانگهای بیاد دستی

پس از مرگ از مزارم چناری سبز خواهد شد / که گر بر خاک ما آئی ز تو پای زناد دستی

ایضاً

خوشا روزیکه از انداز ناز خود خبرداری / نهی بر سینه ام پای و دستی بر کمر داری

ایضاً

چو من خود هم سری پیدا کنی بار نگه سوی / کند جا در دل تنگت چو رخنه بحف موی

ایضاً

مظهر بود دشمن خودی ای خانمان خراب / دل میدهد بدست سیاهی پسر کسی

ایضاً

باز میخواهی بدام خود گرفتارم کنی / میکنی لطفی که بار دیگر آزارم کنی

ایضاً

سر ازین تیغ بردن آسان نیست / آه مظهر خم سلام کسی

رباعیات

ای گل میدهد از خرام پاکر و فرت / می چکد از نگاه رنگین اثرت

ای چهره سرخ تو جگر خون کن گل / گردید مگر بهار بر گرد سرت

دیگر

تا زد بدر نیاز این حلقه چشم / شد کعبه بسوز و ساز این حلقه چشم

از هر مژه ام چکاند اشکی گرمی / چون چشمه شمع ساز این حلقه چشم

دیگر

گر بنده رعنائی عشق چمنی / در مشق گریستن یکی میچکی

مظهر بخدا که غیر یاران نبود / برنگ نیی هوا تو ی قلمی

۸۶

از گرمیِ جلوه کرد دامت چه کنم
مشاطه رقیب گشت یار چه کنم
من تشنهٔ خون رنگ پایم کز رشک
شد پرده میانِ بوسه و لب چه کنم

ایضاً

با عیش و طرب که آرمیدیم چه شد
از رنج و الم که طپیدیم چه شد
اکنون که بدل حسرتِ دیدی داریم
دیدیم چه شد اگر ندیدیم چه شد

ایضاً

از دستِ تبِ عشق بدردم چه کنم
گردیده دل از حیات سردم چه کنم
دوری ست چو پروانه جنونم مضطر
گرد سرِ آن شمع نگردم چه کنم

ایضاً

اشکم تا کوی دلربای نرسید
این آب بطوفِ خاکپای نرسید
این ناله و آه سرد راهی نگشود
فریاد که فریاد بجای نرسید

ایضاً

در عشقِ تو بندِ مفصل بگسیخته ایم
بر خاکِ ره آبروی خود ریخته ایم
هر چند که پا بر سرِ ما نگذاری
چون خار بدامانِ تو آویخته ایم

ایضاً

ای سوختنِ نظاره گردت گردم
جان و دلِ پاره پاره گردت گردم
انوارِ رخت ز داغِ چیچک افزود
ای ماه پر از ستاره گردت گردم

ایضاً

داغِ چیچک که بر رخِ همچو مه است
چشمِ گستاخِ مصدرِ این گره است
از بسکه نظاره اش بشوخی کردند
بر چهرهٔ نازکش نشانِ نگه است

۸۷

مخمسات

گاهی که چون نسیم بکویش گذر کنم
خواهم که بیخود از یکی آه سر کنم
لکن بر تبهٔ خود داد چون نظر کنم
ترسم کر از محبتِ آتشش خبر کنم
باخویش سرگرانیِ او بیشتر کنم

هر دم ز تار شمع صفت مشتعل شوی
گاهی نشد ز چشمِ ترِ من خجل شوی
هرگز نگفته ام که خبر گیرِ دل شوی
ترسم ز بیوفائیِ خود منفعل شوی
گر از امیدواریِ خویشت خبر کنم ٨٨

در کویِ او بباینِ دلِ پر شور و اضطراب
گردم ز بسکه آمد و رفتِ علی الحساب
چون مست گشته خوار کمر ز اجتناب
ای بسیار
رسوائیم رسید بجائی که از حجاب
دیگر ز پیشِ او نتوانم گذر کنم

آن رشکِ گل نکرده رم از بسترم هنوز
آتش برون نرفته ز خاکسترم هنوز
خالی نگشته است ز جان پیکرم هنوز
بیطاقتی شوق ببین کز سرم هنوز
نگذشته یار در روی براهِ دگر کنم

چون چشمِ دیر مانده بر خسارِ آفتاب
یا مثلِ طفلِ شوخ که گم می کند کتاب
یا همچو عاصی که بر نفسِ بی عذاب
وقتِ وداعِ او منِ دیوانه خراب

با هر که روبروی شوم گریه سر کنم

دیدم که میدود از ره من بباد
گفتم مگر بمکتب تحصیل اتحاد

روشن کنم ز اشک برنگ قلم سواد
اکنون که صبح داد دلم گریه هم نداد

در کوی او نشینم و خاک بسر کنم

گاهی که با وسیلهٔ منظر بکوی او
سر میکشم بجاذبهٔ آرزوی او

گر حسب اتفاق شوم روبروی او
میلی ز شرم عشق بجانم که سوی او

با شوق این چنین نتوانم نظر کنم

۸۹ مخمس دیگر بر غزل صائب

عرق افشان تو که ای شوخ پسر می آئی
دست چون بهانهٔ مژگان بکمر می آئی

جامهٔ سبز چو شمشاد ببر می آئی
چهره افروخته چون گل بنظر می آئی

از کنار دل گرمم که دگر می آئی

جان پاک از تن ابرار نیاید بیرون
بوی گل از در گلزار نیاید بیرون

حرف مهر از لب دلدار نیاید بیرون
از صدف گوهر شهوار نیاید بیرون

بصفای تو که از خانه بدر می آئی

جیب ما پاره چو گل پیش تو هر چند شود
نیست ممکن که مرا رشتهٔ پابند شود

چه توان کرد که خاطر ز تو خرسند شود   بچه تدبیر کسی باز تو برومند شود

نه بزاری نه بزور و نه بزر می آئی

بی تو ای شوخ ز من چشم پر آبی مانده ست   در هوای تو طلسم چو حبابی مانده ست

چون تهی شیشهٔ لب بی گلابی مانده ست   از حیاتم نفسی پا برکابی مانده ست

میرود وقت ببالینم اگر می آئے

چه خیال ست بمو در کمرت پیچیدن   یا چو دستار تو برگرد سرت گردیدن

چون که در خواب نه باغت نتوان گلچیدن   کیست گستاخ که بر روی تو آرد دیدن

گر عرق ناک ز آئینه بدر می آئے

چون کتان خسته ای ماه جبین کیست که نیست   بستهٔ آن خم زلف ای بت چین کیست که نیست

کافر عشق تو بر روی زمین کیست که نیست   در رهت باخته جان دل و دین کیست که نیست

گر چو خورشید بشمشیر و سپر می آئی

شعلهٔ روی تو انداخت بتب صائب را   همچو مظهر مزن آتش ز غضب صائب را

دم چو تبخاله گره شد ز ادب صائب را   جان رسیدست ز شوق تو بلب صائب را

هیچ وقتی بر ازین نیست اگر می آئی

تمام شد مخمس میرزا مظهر جانجانان بر غزل میرزا صائب

واسوخت

روزی بقاصدی سر راهی شدم دوچار   پرسیدمش ز مظهر دیوانگی شعار
آهی کشید و گفت که از دست روزگار   آن بلبلی که بی رخ گل بود بیقرار
اکنون می طرب بایاغش نمی رسد
گل می رسد بباغ و دماغش نمی رسد

گاهی چو سیل سوی بیابان نمیرود   چون ابر تر بجانب بستان نمیرود
بلبل صفت به سیر گلستان نمیرود   پروانه وار سوی چراغان نمیرود
۹۱ از بیدلی بکنج غمی عهد بسته است
وز بیکسی بماتم خود در نشسته است

کو محرمی که دادرسان را خبر کند   در کوی دوستان و عزیزان گذر کند
بی اختیار گریه و فریاد سر کند   پرسند اگر ز حال سخن مختصر کند
یعنی چه جای حرف و مقام تکلم است
مظهر ز عیب کند ز محل ترحم است

تا چرخ را بر دلی بیداد کرده است   دلهای دشمنان بغمش شاد کرده است
دشتی ز شهر دور تر آباد کرده است   خوش شیوهٔ نی زیستن ایجاد کرده است

رحمی بغربتِ دلِ دیوانه‌اش کنید
رقت بگریه‌های غریبانه‌اش کنید

جانش بلب ز رنج و تعبها رسیده بود
عمری بخاک و خون ز تمنا طپیده بود
تا وحشیِ بدام محبت کشیده بود
تا با مرادِ دل نفسی آرمیده بود

کرد این فلک به تیرِ ملامت نشانه‌اش
افتاد سنگِ حادثه بر شیشه خانه‌اش

۹۲ روزی مرا جنون رهِ ویرانه‌اش نمود
گاهی اگر ز تارِ نفس عقده می‌گشود
دیدم چو گشته بر سرِ خاک اوفتاده بود
این بیتِ خود بمرثیه خویش می‌سرود

در خاک و خون کشید سپاهی پسر مرا
پیش از اجل رسید قیامت بسر مرا

هر دوستم بدشمنی آهنگ میکند
مینا بمن معامله سنگ میکند
با هر که آشتی بکنم جنگ میکند
داغم که مرگ نیز بمن ننگ میکند

ای چرخ بر سرِ چو منی بیکسی غریب
الله اکبر این همه بیداد یا نصیب

تمام شد واسوخت

مثنوی

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست | محمد چشم بر راهِ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفی بس | محمد حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتی اگر باید بیان کرد | به بیتی هم قناعت میتوان کرد

محمد از تو میخواهم خدا را | الهی از تو عشقِ مصطفی را

دگر لب وا مکن مظهر فضولیست | سخن با حاجت افزون تر فضولیست

ز تحریرم غرضِ عرضِ هنر نیست | دماغم را ازین بوها خبر نیست

طپیدن وا رهی از دل نگارم | اصولِ رقصِ بسمل مینگارم

ای طپشِ دل ۱۲

همین خون گرمیم در بزم ساقیست | دگر از هرچه گویم اتفاقیست

خیالِ لن ترانی هم ندارم | دماغِ قصه خوانی هم ندارم

دلی دارم حزینی داد خواهی | کنون سیر میکنم حسنی و آهی

۹۳

مثنوی دیگر

سرت گردم ای قاصد کوی یار | زمن سجده بر درِ آن نگار

از آن لب آن شوخِ جان گسل | بگو ای دلِ جان ایمانِ دل

چنان بی تو از خویش آزرده‌ام | که از دستِ این زندگی مرده‌ام

۱۵ اب

اشعار مجرد [illegible]

[illegible]

چه رحم است بر حالِ این مختصر | که جز بیکسی نیست غمخوار گر
دلِ مرگ سوزد بر این ناتوان | که از زندگی رنجه باشد بجان
شود مطلع گر ز احوالِ من | کند گریه هم گریه بر حالِ من
اگر بشنود درد این سینه ریش | شود همچو نی ناله خالی ز خویش
نگاهی ضرور است بر حالِ من | که افتاده هجران بدنبالِ من
چو آن مرغِ دیوانهٔ وصلِ گل | که گردد گرفتار در فصلِ گل
فتادم ز بیدادِ ایامِ هجر | بفصلِ وصالِ تو در دامِ هجر ۹۴
بسر رفت عمرم درین انتظار | که آزادیم کی شود رو بکار
مرا تابِ ضبطِ نفس چون نماند | هوس پیشه در دشتِ خاکم دواند
اگر وا شود شاهراهِ سخن | شفیعم شود واجب العرضِ من
ازین ره بجرأت قدم می‌زنم | باظهارِ احوال دم می‌زنم
که هرگز نبود این سیه‌ام ز بخت | بزندان کشم ور چنین فصلِ رخت
فرو ریخت در جیبِ حیرت سرم | که بهرِ چه بستند بال و پرم
نبودم گنهکارِ چندان معتبر | که لازم بود قیدِ من اینقدر
ز زندان پیِ امتحانم برار | بطورِ خودم ساعتی واگذار

در احوالِ من غور کن یک نفس	اگر بینیم قابلِ این قفس
بصد جان گرفتارِ رای توام	بدل بندهٔ جور‌های توام
نیابی اگر بابِ زندان مرا	بگردِ سرِ خود بگردان مرا
عطا کن دلم را حیاتِ ابد	براتم بده بر نجاتِ ابد
ز تیغِ خودت انتقامم بکش	بانداز دیگر بدامم بکش
باین لطف شرمندهٔ خویش کن	ز آزادیم بندهٔ خویش کن
ولیکن نه آزادی از دامِ عشق	که صد عید قربانِ ایامِ عشق
من و نازها بر وفای خودم	توقع ز صدق و صفای خودم
اگر ننگ داری ز من اینقدر	زهی آبرویم که خاکم بسر
ز اظهارِ عشقم خجالت مکش	زبیتابی من ملالت مکش
نه بیجاست این داد و بیدادِ من	زد لسوزی تست فریادِ من
گشتم گر نه آهی بسودای تو	شود بی علم فوجِ غمهای تو

قطعهٔ تاریخ

الحمد لملهمِ اللطائف	والشکر لواهبِ العطایا
کز هاتفِ غیب گشت مسموع	امشب خبرِ مسرت افزا

کان صدر نشین بزم دولت — نازد به سخنش لفظ و معنی
آن سید بوالحسن که نامش — چون نام علی ست حرز جانها
نور بصر شه ولایت — روشن کن خاندان آبا
در عقد نکاح خود در آورد — معصومه مرکز سلطنت را
این مژده مرا چو دسته گل — بشگفت دماغ جمله اعضا
رفتم بجناب حضرت دل — از بهر ادای تهنیتها
فرمود دل از سر عنایت — کای جان سخن جهان معنی 96
ای فکر مجسم فلاطون — وی نطق مصور مسیحا
چون هر دو ستاره همایون — در ساعت سعد گشته یکجا
در باب قران این دو مسعود — یک قطعه دلکشی کن انشا
من از ره عجز معروض کردم — کای مصلح امر دین و دنیا
الف بالفقیر جز دعا نیست — این امر بخامه باشد اولی
آنگه بقلم خطاب فرمود — کای کاتب وحی حق تعالی
سبابه دست قدرت حق — مفتاح کنوز علم مولی
ممنون تو ایم اگر بگویی — تاریخ زواج صاحب ما

آخر بس از ستان بسیار	گردید زبانِ خامہ گویا
دی مہر کشود از سرِ راز	رعنائی سرو شد دو بالا ۹۲۶ ،
یارب تو بفضل خود عطا کن	این نخل مراد را ثمرہا

تمت

خاتمة الطبع ہزاران ہزار محمدت وثنا بحضرت شیرازہ بندِ اوراقِ ارض وسما و ناظم
حقیقی بنیا و ما فیہا مستجاب باد کہ درین زمان فرخی توامان نسخہ از رشحاتِ اقلام عطر تطہیر ۹۷
مضامین آبِ ار قطرہ از قطرات آب نیسانِ معانی دُرر نثار شیخ مشایخ زمان سید اہلِ سلوک و عرفان
مظہرِ صفاتِ حبیب خدای وحید مولنا و مرشدنا و معتمدنا حضرت میرزا مظہر جانجانان شہید اعلی اللہ
درجته فی اعلی علیین والحقه فی زمرة الشهداء والصالحین مجموعۂ معانی ترانۂ تجلیات یعنی
دیوانِ غزلیات و نخبۂ احیان یعنی عشرۂ اخیرۂ عید قربان سنہ ۱۲۸۱ ہجری باہتمام ہمیرز
و بیجدان محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان اسکنہ اللہ بحبوحۃ الجنان در مطبعِ
مشہور نزدیک و دور یعنی مطبعِ مصطفائی واقعِ کانپور از کالبدِ انطباع برآمد و درہمان ایام
مسعود واوقاتِ محمود معدنِ یواقیت زواہر یعنی خریطۂ جواہر کہ اشعار انتخاب فرمودۂ
جناب ممدوح قدس سرہ از اشعار اساتذہ سلف عبارت ازان ست بطرز نیکو طرح طبع انداخت

بسم الله الرحمن الرحیم

آن روز که آتشِ محبت افروخت
از جانبِ دوست سر زد این سوز و گداز

رسید ز من کسی که معشوقِ تو کیست
بنشست و بهاهای بر من بگریست

جز در رهِ عشق تو نپوید هرگز
صحرای دلم عشقِ تو شورستان کرد

ببرید ز من نگارِ آن جا نگیرم
مجنون به نصیحتِ دلم سے آید

دل گردِ لبِ نگاه در روز فتنِ عشق
چندانکه درخت حسن بهند بر سرِ حسن

همواره تو دل ربوده معذوری

عاشق ز روشِ سوز ز معشوق آموخت
تا در نگرفت شمع پروانه نسوخت

گفتم که فلان کس ست مقصودِ تو چیست
گر دستِ چنین کسی چسان خواهی زیست

دل رازِ ترا بکس نگوید هرگز
تا مهرِ کسے دگر نورزید هرگز

بدرید ز من لباسِ فرزانگیم
بنگر که کجا رسید دیوانگیم

جز روی خوش ست ندید اندر خورِ عشق
بیچاره دلم عشق بنهد بر سرِ عشق

غم نیست نیاز موده معذوری

شیخ ابوسعید ابی الخیر

شیخ ابوسعید ابی الخیر

شیخ احمد غزالی

من بی تو هزار شب بجنون در بودم — تو بی تو شبی نبوده معذوری
چنان ترسد دل از هجران که گویی — شب هجر توام روز وفات ست
مست توام از باده و جام آزادم — صید توام از دانه و دام آزادم
مقصود من از کعبه و بتخانه تویی — ورنه من ازین هر دو مقام آزادم
ابر از دهقان که ژاله می روید ازو — دشت از مجنون که لاله می روید ازو
طوبی و بهشت و سلسبیل از زاهد — ما و دلکی که ناله می روید ازو
سهل ست مرا بر سر خنجر بودن — در پای مراد دوست بی سر بودن
تو آمده که کافری را بکشی — غازی چو تویی رواست کافر بودن
چند بر جبین کنی ابرو ستم آغاز کنی — خنده زن که گره از دل ما باز کنی
ای بخت من بدست من مانده ازو دامنش — درین سر ببین که در قدم او چه میکند
ای صبا باز آمدن و رست یوسف یا رهبر — باز گو تا بوی پیراهن بکنعان کی رسد
کاش گردون از سرم بیرون برد سودای تو — یا مرا صبری دهد چندانکه استغنای تو
خوش آنکه بند گریبان بناز باز کنی — نظر دران تن نازک کنی و ناز کنی
دوش آمد و نامی سوی ملامتخانه ام — گفت عاقل میشوی گفتم مگر دیوانه ام
درین چمن منم از بلبلان زار یکی — دلی زاری من نیست از هزار یکی
تن زارم بآب دیده میماند بآن کاهی — که پنهان می شود در موج دریا مشود کاهی
شاید که ببینم سر خود در قدم او — خواهم که شوم کشته به تیغ ستم او
تابوت من آهسته زکویش گذرانید — چون نیست امیدم که بیایم دگر آنجا
ماییم و صد ملالت و از دور یک نگاه — آن هم چو بنگری سبب صد الم شود
بگلگشت چمن سوی ندارد فاتش دادم — که همچو بادیه بیخود گشته دنبالش فتادم
تا چنه انکه آن ... ساخت پامال جفایی — تو باز از شوق او چون سبزه سر از خاک گیر

نجم الدین رازی
خواجه افضل الدین کاشانی
شیخ ابو سعید ابو الخیر
ابو الوفا خوارزمی
۹۹
شیخ اوحدی
مولانا امینی
ابدال
قاضی ابو البرکات
امیر قاضی
ابدال

آمروز عیان شد که نداری سر ما — بیچاره بمهر تو غلط داشت گمانها

یا من ناصبور را سوی خود از وفا طلب — یا که تو پاکدامنی صبر من از خدا طلب

درد تو میکشد مرا باز کرم دوا کنش — یا قدری فزون بران تا کنم و طلب

صبر تلخ نخست دوای من خونین جگری — داروی درد من از درد جگرسوزتر است

گر بحر بلا موج زند باک ندارم — بیمی اگرم هست ازان چین جبین است

جدا از یوسف خود تا شدم یقینم شد — که چشم لیستی یعقوب علی بینایست

عجب که شمع شبی در سرای من سوزد — من آن نیم که کسی از برای من سوزد

خواهد بخشم و ناز شود کم محبتم — غافل که این کرشمه محبت فزون کند

خوش آنکه مست کشوی تا بهانه برخیزد — تو باشی و من و شرم از میانه برخیزد

از مرگ رقیبان تو خرم نتوان بود — خرسند بمرگ همه عالم نتوان بود ۱۰۰

چو یار رخت سفر بست من چکار کنم — وداع عمر کنم یا وداع یار کنم

هنوز با منی و دل ز بیم هجران سوخت — بروز هجر چه با جان بیقرار کنم

شرمنده ز آسمان و زمینم که بهر تو — تا کی بسجده افتم و تا کی دعا کنم

اکنون که تنها و مست لطف ره آزاری مکن — تلخی مگو سنگی بزن تیغی بکش کاری بکن

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی — چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بصد کرشمه و نازم شکار خود کردی — کنون کناره گرفتی چو کار خود کردی

بیک دو روزه جفا کی برون روی از دل — که سالها بمحبت در او وطن کردی

یا رب آن مدتها کی از من خشمگین خواهد گذشت — وای بر من گر بمن این خشمگین خواهد گذشت

از دو چشمت در دلم صد فتنه پیدا میشود — مجلسی کانجا دو بدمستند غوغا میشود

روز هجرم یاد آن لعل شکرخا میکشد — خسته را چون شد اجل پیدا مسیحا میکشد

خوش آن مجلس که آنجا تو بخود چون کنم نظاره — مرا ساقی گریبان گیر و زنی دز شاه ریزد

خوشش آنکه جان سپرد بوصلِ نگارِ خویش / دیگر بمزدِ هجر نپرداخت کارِ خویش

زندگانی داد از تو این دلِ افسرده را / آری آتش آبِ حیوان است شمعِ مرده را

خوشم بتنگیِ لبهای او که دردِ مرا / دل از نه سنگ بود طاقتِ شنیدن نیست

نگویم حالِ دل از حالِ من کو بیخبر باشد / به بیدردان بیانِ رنجِ دل دردِ دگر باشد

نمی خواهم که کس با نازنینِ من سخن گوید / اگرچه قاصدِ من باشد و پیغامِ من گوید

ما تشنهٔ جستجوی دربانِ توایم / تا خلعتِ قرب دست زجان توایم

پوشند برای زیبِ مردم جامه / ما بهرِ دریدنِ گریبان پوشیم

ترسم این الفت که دارد با گریبان دستِ من / در قیامت نیز نگذارد که گیرد دامنی

مژه برهم مزن ای دیده که نتوانم دید / گر تو با عکسِ رخش دست در آغوش کنی

بر لوحِ دل چو تختهٔ تعلیمِ کودکان / هر حرفِ آرزو که نوشتم خراب شد

۱۰۱ ز عجزهای عشق است اینکه شبها بر سرِ کویش / نگاهِ بام و در را لذتِ دیدار میباشد

میسر کی شود وصلِ تو ای آرامِ جان ما را / که از خویشانِ تو هم بیم است از بیگانگان ما را

طرفه حالیست که آن آتشِ سوزان برم / زود تر میرود و دیر ترم می سوزد

عشق با روی خراشیده دیر این جا / با دو چشمِ تو دل ای شوخِ ستمگر چه کند

دست بر سینه زنان در پی تا بر منست / یک مسلمان که چو در افتد بدو کافر چه کند

قاتلِ من چشم می بندد و من بسمل مرا / تا بماند حسرتِ دیدارِ او در دل مرا

تو هم در آینه حیرانِ حسنِ خویشتنی / زمانه ایست که هر کس بخود گرفتار است

آنکس که یادِ او نکنی در هزار سال / روزی هزار بار ترا یاد می کند

بتان که نسبتِ رخسارِ خود بماه کنند / ز شرمِ روی تو در یکدگر نگاه کنند

گر مرا دید بلغزید و رسی تا لبِ تم / زود در کوی تو خواهند لغزید آورد

بدگفتیم که مهر از تو بجوییم دگر / این چه بد بود که گفتیم نگوییم دگر

طالب آملی

ناگفتم نسیم غنچهٔ فردوس می آید — نمیدانم سحر بند گریبان کی وا کردم

بسوی خویشتن از لطف گستاخانه کش دستم — که من بسیار محجوبم بهم اغوش نمیدانم

چو در خوابم در آئی بخت بد از بهر محرومی — مرا بیدار می سازد که یار آمد چه خوابست این

بدشنامم دگر امید دارم — چه خواهی عذر دشنام گذشته

زمن پرسید راه در رسم شهرستان رسوائی — که چون فرهاد و مجنون نیستی کوهی و صحرائی

میرزا ... شاه اسمعیل صفوی

ای جنس وفا چون تو متاعی بجهان نیست — عیب تو همین است که در کشور مائی

بلا کم می کند در عشقبازی رشک بیدردانه — که گاهی فرصت برگرد سر گردیدنی دارد

میر باقر شوقی

بیستون نالهٔ زارم چو شنید از جا شد — گرد فریاد که فرهاد دگر پیدا شد

رباعی

102

هیچ کس منکر جمال تو نیست — نیست حاجت که خط بر آن آری

نتوان ز غم تو دل بتدبیر برید — کودک نتوان بجهد از شیر برید

بر من نتوان بست بزنجیر دلت — وز تو نتوان دلم بشمشیر برید

مولانا اقدس

نجم الدین ... شاملو

بپای ناقهٔ خروشان دل شکسته کیست — کاین صدا الصدای جرس نماند

ما خشیفتهٔ وفای خویشیم — ور نه ز که دل نمیتوان کند

صد دادای نامه تواند ز عرض شوق — حیف از زبان که بال کبوتر نمیشود

میر الهی همدانی

تو با من گر بسیار نگشتی چندی ... — پس از من کار صید بیچاره این افسانه ...

افگنده گره محنت عشق از کمرا — بر خاطر تو نهاد ... دگر مرا

میرزا نظام

خواجه ابو الفضل بیگ

لذتی از تیغ او دارم که چاک سینه ام — چون خمار آلوده نتواند لب از خمیازه بست

چو ز بیم غیر گشتن نتوان بگرد کویش — سر جان خویش گردم که در دست آرزویش

انا آه حسرتم جگر شعله آب شد — وز آتش دلم دل آتش کباب شد

حکیم الهی ...

چندین قفس ز شوخی بال و پرم شکست — آواز کی نصیب من این اضطراب شد

ساز بنان محمل او میتوان شنید — افغان که با زبان جرس آشنایم

کشیدهٔ زمیان تیغ آبدار کمینم — مرا ز تیغ مترسان که من هلاک همینم
مردود الطالع بدولت میرساندی هنر — گنج را خسرو ربود و رنج را فرهاد برد
بعد از وفات بر قلم استخوان ها — سربسته نامه ایست بنام مهربان ها
ای شوق تو آورده لبیک حرم را — یاد تو باندیشه فرو برد صنم را
فرصتم کی شد که آرم دامن وصلش بکف — انگه بیابان ست اگر برداشتم بر سر زدم

بخت اگر یاری دهد امروز دامان ترا — آنچنان گیرم که فردا کانت مگر جان اگر رفت
خدارا یکزمان بردار از رخ پرده ای لیلی — که ناصح پر ملامت میکند مجنون شیدا را

هر داغ زیر پنبه شهیدیست در کفن — صحرای کربلاست سراپای سینه ام

در فراق تو من خسته بجانم چه کنم — زیستن مشکل و مردن نتوانم چه کنم +
آنکه گرداند ز یاد دلسته راه خویش را — کاش می آموخت برگشتن نگاه خویش را
عشق روزیکه پی چاک گریبان میگشت — عمرها بود که مجنون تو عریان میگشت
یاد معماری مجنون که ز خاکستر دل — سنگ هر خانه که میریخت بیابان میگشت
پس از عمری نگاهی گر بسویم کرد جا دارد — شهید زخم شمشیر تغافل اجرها دارد
چه خونها خورده از اشکم چه جانها داده از آهم — نمیدانم چه خواهم گفت در محشر جواب دل

هر جا دو چار میشود از خویش میروم — یکبار از غرور نپرسد خدای را
دیر آشنا نگاه تو بیگانه پرور است — داغم از این که با تو چرا آشنا شدم
دل را چگونه منع محبت کند کسی — گیرم که بشنود چه نصیحت کند کسی
گشتم غبار و از سر کویش نمیروم — دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسی

ما حریف این قدر بار تعلق نیستیم — می برد این رنگ را بر چهرهٔ ما بسته است
دست امیدم ز دامان زمین هم کوته است — از غبار خاطر خود خاک بر سر می کنم
گر بخود آمدیم بگوی تو دور نیست — فرصت نیافتیم که خود را خبر کنیم

میرزا ... صفاهانی
آفت منشی
امیر بیگ
میرزا محمد قلی
ایضاً ق. نجفی
ایضاً ن قانع
از فخم ...
میر آشوب
مولانا فضل ...
مرزا جلال اسیر
۱۰۲۳
ادیبی ...

خوش آنکه در قدمت رود به شهادت تن — نشان پای تو گردد نشان تربت من

تبت من سخت می‌ترسم که از اهل جفا باشی — بگل بسیار سیمائی مبادا بی‌وفا باشی

تمکینی غمش در دل نشسته — که گر وصل آید از جا بر نخیزد

قاصد رقیب بوده و من غافل از فریب — بی در دو مدعای خود اندر میانه ساخت

خدا که خواری اهل وفا نخواسته باشد — چرا تو خواسته باشی خدا نخواسته باشد

برای بشارت ز شرمندگی‌ها — اگر جان نکشیدا استم مرده بودم

این سخن از پیر کنعانم بخاطر مانده است — دیدن روی عزیزان چشم روشن میکند

یکبار آستان ترا بوسه داده ایم — با ما هنوز دشمنی آسمان بجاست

اکنون که گفته نظری هست باشش — ای روزگار فرصتی ای مرگ مهلتی

شبی که داغ تو سوزم چو شمع میخواهم — که با فتیله شود زندگی تمام مرا

در سر دل هوس آن قد و قامت افتاد — باز دیدار من و دل به قیامت افتاد

از تغافلهای پی در پی اگر یادش کنم — یا زنم چندان بخود که بیدارش کنم

دوری از دلدار کی سازد دل زار مرا — آخر این بی‌صبری خواهد کشت بیمار مرا

شمشیر جور و خنجر کین میکشی چرا — قطع امید از تو از نیها نمی شود

بودیم بر تو تیغ ستمت خرسند — این نیز نصیب دشمنان شد

رفت قاصد که برد نامه مرا گفت خموش — این خطا زنامه سیاهیست که من میدانم

رفتن از قمر بشب آمدن از مهر بروز — عذر بدتر ز گناهیست که من میدانم

گفتی که یک بوسه کنم کام تو شیرین — قربان دهان تو بگو بار دگر هم

روشن شمع دو بینی لب چو شمع سوز من — یکشب بیا اگر نشینی بر روز من

رقیب دیده ما هم بسر محتاج است — بخاک پای کسی چشم خود سیاه مکن

آفرین دستی که دامان گیرد آن بند قبا — حلقه امشب در چاک گریبان میزنم

نماند همچو حنا هیچ اختیار مرا
ز هول روز حساب آفری چه بهتر

سپرده بسته بدست تو روزگار مرا
تو کیستی که در آن روز در حساب آری

آنچه می بایست آخر با تو ادل سر کنم
درست گشت که جان منی بدین معنی

اضطراب دل مرا پیش تو رسوا میکند
که تا ز من نگسستی بمن نپیوستی

در خلوتی که بند قبائی تو وا شود
پیداست دو رنگی ز قماش سخن تو
از هجوم چند در ویرانه ما جا نماند
کنار جوی ازین نسبت استخوان شده اند
افتادگی بطالع ما هست

بی اختیار آینه دست دعا شود
برگ گل عبارت زبان مردم تو
آنچنان آباد شد آخر که ما هم خواستیم
سگان آن سر کو خوش مزاج شده اند
دریای خُم چه انیستم

خوش آن زمان که خطی گرد آن عذار نبود
بسوی کعبه رود شیخ و من بسوی نجف
تفاوتی که میان من است و او این است
شبی در خواب و را با رقیبان هم سخن دیدم
رحم است بر آن بلبل شوریده که گل را

میان حسن تو و عشق من غبار نبود
برب کعبه که اینجا مسافت حق لطف
که من بسوی گهر رفتم او بسوی صدف
نه بیند هیچ کس در خواب یارب آنچه من دیدم
ببیند که بچینند و ببازار فروشند

بیم از مقادار بده وعده که کی
اضطرابم نگذارد که نشینم جایی
ما را بنامه نیز فراموش کرده
ما چه باشیم و چه باشد دل غم پرور ما
آزرده بنجی نه نشیند عاشق
مدعی گر برد پیش محتسب مستم چه باک
غم دیرینه بدل آمد با جانم گفت

از ذوق این نوید بفردا نمیرسم
انتظارت نگذارد که ز جا برخیزم
دانسته که دیده ما اسود نیست
که بمیریم و کسی گریه کند بر سر ما
کز خاطر او سیل بصحرا رفته
آه گر هشیار سوی میفروش آرد مرا
چکنم منزل جانا دای گر نیست مرا

۱۰۵

درد دل ما شنیدنی نیست — نکته شناس درد دستان ما را
یارب آن سوز فگن در دل دیوانهٔ ما — که کلیم آید و آتش برد از خانهٔ ما
ترا نه از من و از دوستی من ننگ است — که چشم شوخ تو با کائنات در جنگ است

بردن بخاک حسرت دیدار مشکل است — مردن بدرد آرزوی تو بسیار مشکل است
خو می کنم بهجر تو بر روز زندگی — دل کندن از رخ تو بیکبار مشکل است
اگرچه کوهکن از تیشه بیستون برداشت — ولی چه سود کند سنگ راه پرویز است
بتو گمان مهر و وفا داشتی بیار — این جور ها سزای دل بدگمان تست ۳
زان سوز رنجشی نه از این سو شکایتی — خون باد دل که صد سخن اندر میانه ساخت
با تو یکی و عشق یکی و جنون یکی — گوئی تمام شهر ز دیوانه پر شده است
دانم که سراپای وجودم همه درد است — داغ تو ندانم که کجا هست و کجا نیست
از بسکه بهر دام فتادیم و رمیدیم — در دست کسی نیست که شستیم بما نیست ۱۰۶
منکر نمی شود که من از خود گذشته ام — با تو کسی بخیرگی قاتل تو نیست

لب بر لب من نهاده میگفت — جان تو بلب رسیده خاموش

هنوز آن سنگدل از ناز با من سر گران دارد — مرا کشتست منت بر زمین و آسمان دارد

خبر از حسد بمیرد چو بروی یار با تو — کند آخرین نگاه ره پا بدار گیرد

کند تر سنده ام تا پیش او یک لحظه بنشینم — بی تعظیم تا پیدا شوم از دور برخیزد
خود را بچه مشغول کند آه چه سازد — بسمل شده را که طپیدن نگذارند

میکند خسته مشقت بمشقت جانی — نتوان یافت که بیچاره چه حسرت دارد
عشق را حرمان بود لازم نمیدانم چسان — صورت لیلی کسی پهلوی مجنون میکشد
فارغ ز شهیدان وفا باش که ایشان — آن دست ندارند که دامان تو گیرند

ما در خور فراغت وصل تو نیستیم — ما را برای خاطر هجران نگاه دار

بسکه اندیشه آن خوی ستمگاره کنم — هر زمان نامه انشا کنم و پاره کنم

دل کم حوصله بر نیم نگه قادر نیست — چشم دارم که سراپای تو نظاره کنم

ز ابر جمله خوبان برگزیدی جای چون یارم — ز دست من نمی آید که چشم خویشتن بندم

ز غمت نمیتوانم نفسی جدا نشستن — نه بهیچ جای گفتن نه بهیچ جا نشستن

بکدام سخت جانی ز تو دلربا بریدن — بکدام مهربانی بتو بیوفا نشستن

شده است از دو جانب کشش طلب بنوعی — گر تو هم نمیتوانی ز من احتراز کردن

ز من شکسته عجزی ز سر نیاز مندی — نیاز مندی — ز تو سنگدل نگاهی بهزار ناز کردن

بی تو شب ماه تیره روزان — چون چشم سفید گشته تار است

روز هجران تیغ تو تشنگی کشید — در مهر گلو که در دم مرگ آب کرده اند

آنکه دل سودا زده خوش یارب از من [illegible] — رحم پیدا کرده تا عشق پیدا کرده

بیدار میشوی و بمن رحم میکنی — گر بینیم بخواب که شبها چه میکنی

برگ گل با نکهت باد صبا آمیختیم — داغ هم جانب او نامه بری پیدا کرد

پیوند گسسته و خندد بتو دل — پیوند گسستن میبندد بتو دل

هرگز نگفتی که حالت ای جان چیست — خون باد دل کسی که بندد بتو دل

گفتی که کنم فکر دل خالی آخر — او جان بلب است او تو فکر دگری کن

هر روز من وداع یار میباید کسی — وقت مردن بر سر بیمار میباید کسی

چون زلیخا نگرد جانب یوسف که چه — از ازل دیده یعقوب چرا کور نبود

اندکی بهر بجز تنها گله دارد — کز ناله تا گوش صدف آبله دارد

اول عشق است برما هجر مپسند ای فلک — صبر کن چندانکه مستوجب هجران شویم

ندارم هیچ سر ترسم که در هنگام قتل کن — زند غیری بتقریب شفاعت بوسه بر پایش

آه از آن بدخو که خود را گر بر آتش میزنیم — غیر ازین حرفی نمی گوید که حرفی و دود چیست

۱۰۷

خزی ساده دل امروز دگر چون هر روز
در چمن بود زلیخا و بحسرت می گفت
می نشینم می نگریم میگذارم میپرم
مرا بر ساده لوحی های خزنی خنده می آید

گوشهٔ کور که بکام دل خود یکساعت
فکر شکست خاطر افگار من مکن
من و انجمن وش غم او دوانده دلم

تو شرط یاری و رسم وفاداری نمیدانی
گرچه میدانم بجز رنجش ندارد حاصلی
کاش ای محرم نمی پرسیدیم کان کجاست
من بحرمان خوش دلم منت منه بر من صبا ۱۰۸

گردی پس از رقیب نظر سوی من دریغ

ز مجنون آنچه آمد در وجود از ما نمی آید
برد صد بار از مرگ جوانی تلخ تر غمی

تسلیمش نکشد آرزو اگر این ست

ای فلک گر میتوانی با رقیبان کینه ورز
همان بهتر که دل در دست هجران مبتلا باشد

با عمی نتیجه مهر و وفای تو

دو دوری شد که دل حرف محبت بر زبان آرد
گیرم که حرف قاصد با من همه فریب ست
اگرچه اشم از درد هجران جان نمی ماند

بسخنهای دروغ تو تسلی شد و رفت
یاد رندان که در د انجمن آسای مست
اضطرابی میکنم اما که پروا میکند
که عاشق گشت و چشم مرحمت از یار هم دارد

گریه سر دهم و پیرهنی پاره کنم
بر دل شکسته ام دگر آزار من مکن
ناصح تو فکر نیک و بد کار من مکن

همین دل میتوانی بردو دلداری نمیدانی
هرچه یار ا باد میگویم با درد دلی
یک سخن گفتی و از چندین گمانم سوختی
از تو ممنونم اگر نزدیک محمل نگذری

خون مرا بخنجر آلوده ریختی

دو دیدن شیوهٔ سیل ست از دریا نمی آید
که با صد گونه حسرت بی تو باید زیستن تنها

هزار ساله وصال تو انتظار مرا

دره خصمی با غریبی همچو من دشوار نیست
غیوری این چنین با او دماکامی سزا باشد

خواهم نظاره کرد اگر مرگ امان دهد

بدان ماند که عاشق گشته دارن بهان دارد
این بس که دل زمانی امیدوار گردد
باین شادم که بار محنت هجران نمی ماند

صورتِ خوبِ ترا چهره گشایانِ قضا
ذوقِ یک لحظه وصالِ تو بآن می ارزد
صد ره از بزمِ تو گر رنجه روم باز آیم
چه خوش است از تو بتی کز روی ناز باشد
ز فریبِ وعدهٔ امشب نزد چشم بهم
بر نگاهش بمنِ سوخته در روزِ وصال

می نمودند بکید گرد جان میدادند
گر کسی تا بقیامت نگران بنشیند
آتشِ شوق بلائیست که من میدانم
که بعجز بجوی درایم در صلح باز باشد
کز شب امیدواری درِ خانه باز باشد
در شبِ هجر بلای ست که من میدانم

قاتلِ خونِ مرا ریخت که در روزِ جزا
او وفات خوش آن لعل کسابر اعتبر

نظر از ناز بهنگامهٔ محشر نکند
آزرده ولی ز آتشم آنهم دگری داشت

بجرم آنکه نمودم بذوق روزِ وصال
گر کشد صد ره مرا از ناز و استغنا کم ست
تمنای کز و داره دلِ امیدوارِ من
صد نگه جای که او باشد بهر سو میکنم
نمیگویم دلم او داره اما این قدر گویم
از بسکه رفوز دیم و شد چاک

فراق آنچه بمن میکند سزای من ست
در خورِ حسنی که او داره هنوز اینها کم ست
تکلف نیست می ارزد به بدر و انتظارِ من
تا بتقریبِ نگاهی جانبِ او میکنم
کز من دل را نه دیدم عشقِ خود تا دیده ام او را
این سینه همه بدوختن رفت

تو وفا با دگران کن که منِ سوخته دل

زنده از بهر همینم که جفای تو کشم

امشب بهیچ وجه دلم خوش نمیشود
نگنجد نالهام در زیرِ گردون
صد بلغ ز بهرِ تو چشم براهِ منست و من
ای بادِ صبا طرب فزای آئی
از کوی که برخاسته راست بگو

گویا که خاطرِ کسی از من گرفته است
معصیت خانه ام بسیار ست
دستِ جنون گرفته بهر انه میروم
از طرفِ کدامین کعبه یا می آئی
ای گرد بچشم آشنا می آئی

بخدا کار چه افتاد و بخدا ساز شود

گره قطره بدریا چو رسد دریا شود

چو آدمی بجهان نیست دل بکه بندیم
جنون ز اردمن سرگشته راه کوه و بیابان مو
عارضت خوب خطت بهلوی یکدیگر
تغافل کردنت را عذر بسیار است میدانم
خنده در گوش تو می سوزم
گستنگی لطالعم است
ما عذر جرم اینکه جدا از تو ایم ما
رحم بکند از بسکه ز تمثال خود آن شوخ
عشق خال دوست عاشق گشتن نیاد کرد
مژه مانع نشد از گریه من شیدا را
گر غورت سنگ کلفت هم حبیتم
زهر غم هجر تو بجان کارگر افتاد
ازین دست که هجرانی مباد ار کسی باشد
شادم که از رقیبان دامن کشان گذشتی
ز آتش بگذران گر مسکینی نگری سوز من
سرها بازمن از تربتم دامن کشان بگذر
همسایه شنید نالهام گفت
این کوزه چو من عاشق زاری بودست
این دست که در گردن او می بینی
بیچاره که دل به نامهربان میدهد
نفس سینه آخر شد هوس شانه جز زین

١٤٠

کسی ز صفحه خالی چه انتخاب نماید
که هر سنگیست فرهادی هر خاریست مجنونی
هر که بینی جانب سوی نکو میگرد
ترا با کیجهان عاشق دگر کاریست میدانم
همچو اخگر بزیر خاکستر
بر گرد رست چرا نگردم
خواهم سیم خوش است نارا که مرگ امان دهد
از عکس خویش تا رخش او دو ماه است
آنچه با پرویز می بایست با فرهاد کرد
همان نسبت بجا باشد که دریا را
نگه عجز مرا عرض تماشا است
امید وصال تو بعمر دگر افتاد
ز حسرت هر نگاه من نگاه واپسین باشد
گوشت خاک ما هم بر باد رفته باشد
من آتش بجان چون شمع تا فردا بمانم
مبادا غافل از خاکم برآرد آرزو
خاقانی را دگر شب آمد
در بند سر زلف نگاری بود است
دستی است که در گردن یاری بودست
آخر دل آرزوی وصال تو جان دهد
که بشنوم ز تو کاین مردن از برای منست

تو ای صنم که مرا در دلی چه سود از این	که در میان من و دل هزار فرسنگ است
مارا وداع کرد دل و دین بهر چه بود	الا صبا نیاز که بر آستان بماند
بیم تیغم نیست لیکن این سر کج بخت را	دوست میدارم که زیر پای بسیار بود
ای صبا خاک رهش آر و مینداز بچشم	که بلا با همه زین تخت درون می آید
کرشمه چند کنی با من آخر این جانست	نمی دهد ز [illegible] آسمان نمی بارد
بخفت خسرو مسکین درین هوس شبها	که دیده بر کف پایت نهد بخواب رود
مرا تو عمری شاید اگر وفا نکنی	چرا که عمر گرامی بکس وفا نکند
یار میگوید که از عشقم نخواهی برد جان	میکند دعوی و ما را دل گواهی میکند
خسرو مست است شب و افسانه یار و هر بار	عذری میگیرد و پس افسانه رود
۱۱۱ کشتنی کز عشق دار و نگذارد شاید بنسیان	بجنازه گر نیایی بهزار خواهی آمد
هردو عالم قیمت خود گفته	رخ بالا کن که ارزانی هنوز
مرا از بهر تو جنگ است با دل	کنون با من گرفتار تو یا دل
سوزی از یاد رخت پیش گلی خواهم مرد	من همان به که گذر سوی گلستان نکنم
کشت آن قوم که چون حال مرا گفتند گفت	یاد می آید که من سوزش او را دیده ام
بگفتندش فلان مرد از غمت گفت	نخواهد مرد چون من جان اویم
افتاده بودم در رهش آن نازنین تا کیست این	گفتند بیمار غمت گفتا نخواهد زیست این
وصیت میکنم گر بشنود ابرو کمان من	پس از مردن نشان تیر سازد استخوان من
زبان شوخ من ترکی و من ترکی نمیدانم	چه خوش بودی اگر بودی زبانش در دهان من
من اشک سیلان ز خنده می بینم [illegible]	کنون بر نیاید [illegible] که من [illegible] روزی
کسی نماند که دیگر به تیغ ناز کشی	مگر که زنده کنی خلق را و باز کشی
خسرو روز وصلست تو خود در کشتی	آه از آن روز که یارت [illegible] منزل برود

هر شب ز مصاحبان خود نشیان برخیزند — این کج کلهان موی پریشان بختند
گفتند چرا تو دل بایشان دادی — باسکه من ... ایشان ... بند

تیغ از گلوی سوختگان تند نگذرد — آب از زمین تشنه بتاک کند گذار
زانسان شده ام خوار پیش تو که هر شبی — از جور تو کردم گلا غمازکرست

نامه ز من گناهی و شرمنده ام ز تو — بر قتل چشم داری هیچت بهانه نیست
سیاه بختی ازین بیشتری باشد — که مجلس دگری سوختن از چراغ منست

دست آنکار از گریبان اسیران برنداشت — آسمان تا سخت جانی همچو من پیدا نکرد

اجل نمیکندم قصد و جان میگوید — که روزگار ز دست کشان ... دارد

در بزم او کسم به بدی هم نبرد نام — هرچند گوش در پس دیوار داشتم
دگر مباد نصیبم که نام عشق برم — بس است آنچه کشیدم من از محبت تو
ز بیم غمزه اش از دیده بروی نیم در سرم — بخت تخصی که ز چمن گل چید از باغبان است
وصیت میکنم تا صبح چو باز آی بیایش را — اگر من کشته ام یک یک ببک خاک من گری
درگه گر جانب یار بود تقصیری نرفت — جوان و آمرزش که کار او ست تقصیر کند

چو طفل مریضم بمهد زمانه — بهر عضو دردی و گفتن ندانم

بخت آنم کو که خواب آلوده بر خیزی شبی — ناله ام نشناسی و گوشی بفریادم کنی
تا بپای دار آمد از بیم شیون کنان — هیچ جا در حق من تخجیر تقصیری نکرد
ساقی بده آن باده که از هوش خود افتم — من بار خود ... یک نفس از دوش خود افتم
رسید بر سر بالین بوقت نزع یار — چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد
بهر طرف که نظر میکنم چراغان ست — خدا زیاده کند داغ عاشقان ترا
آرزو دارم که پرسم از تو ابعد از ... — بی سبب از خاطرش ... رنجیدن چه بود
عوض بوسه ... دل ... جان ... — داده اند آنچه به من ... ازو ... گیرند

غالب
میرزا جانی فغانی

مولانا غزنوی

فصالی کاشی

112

میر ... اصفهانی
... تبریزی
... خلیل
میرزا ...
میرزا ...
...
...

دیوانه برای ... و طفل ... / یاران مگر این شهر شما سنگ ندارد

چون مرغ قبله نما بسکه بی تو ناشادم / گشوده ام پر و پرواز رفته از یادم

گویند صبر کن که ترا صبر بر دهد / آری دهد ولیک بعمری دگر دهد

بعد مردن بتو معلوم شود رنج حیات / رهرو آن لحظه بنالد که بمنزل برسد

هر که رخت سفر از دار فنا می بندد / محمل داغ بدوش دل ما می بندد

دست من گیر که این دست همانست که من / بارها در غم هجران تو بر سر زده ام

در نسخه که وصف لبت را بیان کنم / جان در میان نهم که ورق افشان کنم

چو یاد خلوت آهی بر آید از دل چاکم / پس از مردن شود ابری و گرید بر سر خاکم

وعده بمصحبان رفته روز محشرست / دیر می آید قیامت گشت تنهائی مرا

دل نگیرد در خوشی مرا از دلستان دیگران / چون تواند زنده بودن کس بجان دیگران

تا که آخر حسنت در اوائل عشق / چه لازم است که باز از خود بر نجانی

هزار دل شکند تا یکی درست کند / فلک سلیقه شناگر شیشه گر دارد

طوق گردن یادگار حلقه دام کسی ست / همچو قمری از گرفتاران صیادیم ما

چشم بر راه نسیم خوش خبر داریم ما / همچو بوی گل عزیزی در سفر داریم ما

دیدم بر سر آن غزال دور گرد آمد مرا / از طپیدنهای دل پهلوی درد آمد مرا

کاشکی بتاراج گلشن صید گلچین میشدم / پیش از آن کز آشیان صیاد بر دارد مرا

با چمن آسوده مرغان فوق پروازم کجاست / بال خون آلوده بیرون از دام آورده ام

سخت تر دامان سوایم ای فصل بهار / پرده بر عیبا از ابر پوشیدن خوش نیست

گل بدست گلفروشان رنگ تابان گرفت / آب عزت تا نریزد در گلستان باید ساخت

دست گلچین قتل عام لاله و گل میکند / باغبان در پای گلبن مست خواب افتاده است

لاف عشق ای لاله پیش داغ جگر خونان خطاست / سوز دردی نیست با داغ تو خون مرده است

۱۱۳

خار خارم گشت داد از دوستان سنگدل
آبروی دودمان تاک هم بر خاک ریخت
نیست خسرو را غمی ملکش اگر بر باد رفت
جلوه گاه خوش‌خرامی است خاک لاله‌زار
دید تا میگرد سامان نگاهی خط دمید
میکند بلبل گمان باغبان صیاد را
خاک راه جلوه گاهی شو که خواهی گل شد
بر دیده اشک غلطیده بجوش ضعف مژگان
سوخت پیش از صبح تا خالی ببینم جای شمع
از خدا خواهم که ریزد دست گلچین همچو گل
تهنیت گوید گلستان را که سنگ تخلیب
سینه تا جا کرد از آن کربلای حسرت
فرصت یک هفته هم بی‌رحم صیادم نداد
شوق انتظار و شمع نا آید و گداز
رفتی و از اشک بلبل صحن طوفان گذشت
ما بذوق گریه مستی درین بزم آمدیم
تاک را سیراب سازد می ز نیسان و ربها
کنار آب جلوه گاه کیست حیرانم
نمک‌شناس اسیران چرا ز قفس رستند
خراشش سینه زنجیر دل بدرد آورد
بی لوتیندارم که آتش در چمن افتاده است

توبه‌ام را همچو گل بشکست و فصل گل گذشت
دختر رز را عرس صحبت با مستان گرفت
آه از آن روزی که شیرین بر سر فرهاد رفت
آن حنائی نقش پای جابجا افتاده است
در میان نیازان هر که این بیداد رفت
مرغ دست‌آموز شاخ گل جدا افتاده است
سر بپای سرو نخوردن شد خاک نخست
چون حلقه ماتم زدگان گرد شهید است
مرگ ما پروانه بر خود سخت آسان کرده است
درس علم می دوید از نالهٔ بلبل گرفت
بر سر من آمد این آفت ز مینا گذشت
آرزوی کشته هر سو شهید افتاده است
بی‌مروت او لین از آشیانم برگرفت
کافر مجنون نشسته بر راه کسی مباد
روز بر گل چون چراغان شب تابان گذشت
می بده ساقی بقدر آنکه چشم تر شود
قطره تا می‌تواند شد چرا گوهر شود
که چون دیوانگان هر سو گریبان چاک میگردد
به تخل خانهٔ صیاد آشیان بستند
کمان کشان بچه مغرور جدائی نشسته اند
دود بوی گل در دماغم را پریشان میکند

۱۱۴

نیست در ملکِ خرابِ عشق آبادانیے — عاشقان آنی بچشم از راهِ ویرا آورده اند

از جوانی تا به پیری شب ورز آوردنیست — فرصتِ یکی بها از بهرِ صحبت داده اند

باغ را از رخنهٔ دیوار می بینم مباد — باغبان تا در گشاید موسمِ گل بگذرد

بر سرِ من آمد و بسیار زود از من گذشت — دولتِ تیری که میگویند شمشیرِ تو بود

چنان از قیدِ آن صیاد آزادی هوس باشد — که پروازِ بلندم تا سرِ بامِ قفس باشد

مباش در پیِ مرغِ شکسته پر صیاد — رسد بپای گلی گر به آشیان نرسد

بپای گلبنے از آشیان می افگنم خود را — که ترسم برگِ گل بر خاک ریزد تا پرم دید

کسی در عاشقی هم پیشهٔ چون من نخواهد — خورم گر آبِ شیرینی بیادم کوهکن آید

آشیانِ چند هم نگذاشت در ویرانه ام — خانهٔ صیاد آبادان که تقصیری نکرد

سخت کوششهای صیادم بجان آورده است — در قفس بلبل بگلگشتِ گلستان آورد

115 ای هما از سرِ بالین سروسامان مگذر — سایهٔ بالِ تو بدنامی دولت گردد

دلم از سوزِ مرغانِ چمن بیتاب میگردد — کنم چون یادِ پای گل بچشمم آب میگردد

جسان بینم کرمی را محتسب بر خاک میریزد — که میلرزد دلم برگی اگر از تاک میریزد

بگوی شیخ که پر دل بعهدِ پا نگذارد — که تو به نامهٔ ما مهرِ میفروش ندارد

گل دمید از شاخ و بر خاکِ گلستان معلم — کو پر و بالی که جای آشیان پیدا کنم

بهارِ صحبت و شورِ جوانی — صفیرِ بلبل و بوی گلی بود

نو بهار آمد که سوزِ بلبلان پیدا کنم — در دهان برگِ گلی گیرم زبان پیدا کنم

نالهٔ بلبل گره نگشود از کارِ دلم — فصلِ گل آخر شد و باقیست آزارِ دلم

گل نشست از جوش و از شاخی صفیرم سر بجاست — نیست بر بال و پرم بندی گرفتارِ دلم

متاب رخ از نفسی تا بجای خود باشم — چو عکسِ آینه ناز نده از نگاهِ توام

ذوقِ دلتنگی بوجدم در قفس آورده است — بی خبر بیداد اندازِ رهائی میکنم

ملا درکی قمی

درین وادی که من میباشم آبادی نمیباشد
سیاهی میکند از دور گاهی چشم آهوی

چمن تا آن حسین کند قفس گشته دامنگیر ما
پاسبان در زیر سر دارد سر زنجیر ما

زنده در عالم تصویر همین نقاش است
خواب غفلت همه را برده و بیدار یکیست

ما را همه پای صیاد الفت است
ور نه بنیم ناله قفس میتوان شکست

یاد آن گریه مستانه که ابر از مژه ام
آب می برد و خیال لب دریا میکرد

جنون در روز ازل بود قسمتم لیکن
از اینکه دیر رسیدم نصیب مجنون شد

کم از یوسف نه بیش صبا بگشا گریبان را
که در عهد تو هر یک چشم نابینا شود روشن

میرزا [illegible]

با شمع مگویید که من نیز ز غیرت
ما طاقت سرگوشی پروانه نداریم

امشب ای دربان مهمان عزیزی آمده است
اگر کسی احوال من پرسد بگو در خانه نیست

بر آن عاشق کشی بیباک مینازم که در محشر
اگر دعوی خون خود کنم باشد گواه من

116

همین بس کوهکن را با همه دوری که از ماست
برافروزد رخ شیرین خسرو مضطرب گردد

شهیدانم چه سازم آه با جان غیور خود
که بهر دیدنش می میرد و سویش نمی بیند

زود تسلیم شو ای خسته گرانجانی چیست
گر نیاید بعیادت بعزاے آید

دوش بر نعش غریبی نگهی کردم که تو
هر پیش گریان تر از اهل عزا می آمد

خوش آنکه شب گذشتی و روز بر سرم گوئی
که آه این چه کس است و که گشته است این را

[illegible]

بجرم عشق توام میکشند و غوغائیست
تو نیز بر لب بام آ که خوش تماشائیست

ادای حق محبت عنایتیست از دوست
وگرنه خاطر عاشق بهیچ خرسند است

آخر بهیچ خاطرش آزرده شد ز من
رشکی ببین که طالع دشمن چه میکند

ستاره ایست و در گوش آن هلال ابرو
ز روی حسن بخورشید میزند پهلو

ای کاش مو ز نخ بغم بستند و نه پرسند
جرمم که ندارم سر سودای قیامت

تو ای غافل ز آتش خانه سنگ چه میپرسی
ببین از دور تا دود از دل این خانه برخیزد

شب هجر بیدلی را که اجل رسیده باشد / بچه درد و مرده باشد که ترا ندیده باشد
برو ای تو هر که بینم گشته این غمم که سنگین / چه فریب خورده باشد بچه دل نهاده باشد
گمان نداشت که زود آزرده گشت تغافل او / خیال کرد که من تاب این ستم دارم
شود از دیگران در خشم و بر من دامن افشاند / غباری بر دل از هر کس که دارد بر من افشاند
ز جهانیان ندارم بکسی بجز تو الفت / دگرم تو هم نخواهی سر بیکسی سلامت
کسی چگونه ز ره دل ز غم نگه دارد / خرابه دل عاشق هزار ره دارد
رفتم از کوی تو ای خو بجفا کرده بگو / صرف اوقات بآزار که خواهی کردن
نیاز عاشقان معشوق را در ناز می آرد / تو سراپا وفا بودی که من بیوفا کردم
ز گرمیهای دوشین تو امشب یاد میکردم / سپند آسا ز جا بجستم و فریاد میکردم
بروز وصل از آن خاطر حزین دارم / که دشمنی چو فراق تو در کمین دارم
117 از خدا قرب تو آن روز که میخواست رقیب / کاش آزادی ما نیز تمنا میکرد
زلفت بخط سپرد رضی عهد دلبری / خوبی ازین دو سلسله بیرون نمیرود
خوشم به تنگی دل غنچه سان که خنده گل / بمنت دم سرد صبا نمی ارزد
حسن تا دید ترا دست ز یوسف برداشت / باغبان تربیت گلبن نوخیز کند
با چنین بختی که خود هم دشمن جان خودم / ساده لوحی بین که خواهم دوستدار من شود
در بزم از آن به پهلوی خود جا دهد مرا / تا راست سوی او نتوانم نگاه کرد
هر گه بناز رو بچمن خنده میکنی / گلهای باغ را همه شرمنده میکنی
نقش قدم گرم روان آبله دارد / دل سوخته چشم درین قافله دارد
اول عشق تو بجز اشک سامان داشتم / این زمان چشمم بصد خون جگر تر میشود
سر مرا بعرش رسد گر زمانه هم / بقصد آنچه بنگام فلک برآرد
برادرانه بیا قسمتی کنیم رقیب / جهان و هر چه در و هست آن تو یار از من

رنجید خاطرم از هر چه هست در عالم | بغیر یار که او عالمی دگر دارد

چون گل رخان بجانب عشاق رو کنند | صد چاک دل بتار نگاهی رفو کنند

در کعبه اگر باده خوری جرم ندارد | اندیشه مکن صاحب این خانه بزرگست

فضای کنج قفس دلنشینم افتادست | وگرنه در همه جا آب و دانه بسیارست

گفتم به بلبلی چکنم در فراق یار | از شاخ گل بخاک فتاد و طپید و مرد

بیدرد را دوا و مراد رده میرسد | روزی بقدر حوصله مرد میرسد

هر که یکدم سر هم صحبتی ما دارد | گردن تیغ بود بر سر ما جا دارد

جز دم تیشه فرهاد که در خون میریخت | هیچ کس اشک فشان بر سر فرهاد نبود

مطلبم یار دگر در خاک و خون غلطیدنست | گر بگیرم روز محشر دامن قاتل بکف ۱۱۸

بیابان بلا خاری ندارد | که از دامان من باری ندارد

محبت الیس از قطع محبت لذتی باشد | که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمر گیرد

تنها نشسته ایم و طلبگار خون خودیم | مکتوب اشتیاق بعنقا نوشته ایم

بگذشت مست و گفت که من کیستم بگو | گفتم باو که صاحب من می‌شناسمت

ای جرس این همه فریاد و دلتنگی چیست | شکرها کن که دلت جای طپیدن دارد

چها کنم دل او گر شود بغم مایم | چون لب زده را دست من سنگ مباد

تا قیامت دگر آن کشته نگیرد آرام | که دلش زخم دگر خواهد و قاتل برود

طالع شهرت رسوائی مجنون چیست | در ره طلبشت من و او هر دو بیکبار افتاد

گرم چو رشته لباس از گهر بپوشانی | برآورم سر خود را بسان گهر یابی

دل دیوانه خود را بزلف یار می‌بندم | اگر عاشق شدن کفرست من زنار می‌بندم

بندگی کیستم تمیز کعبه و دیرم کجاست | دیده ام هر جا دری آنجا سجودی کرده ام

بخت گر در خواب یکشب همدم یارم کند | دل طپید از ذوق چندانکه بیدارم کند

نسبانِ چشمم که گرید ز دردِ بی عضوی / غمی بهر که رسد میکند ملول مرا
گردشِ نهالِ قدِ او جلوه طراز است / عذر گنه سر و همین قد دراز است
لحظهٔ آینه از وصلِ تو محروم نشد / میتوان گفت که اقبالِ سکندر دارد

راهب خُمِ باده پیرِ دیری بود است / پیمانه حریفِ گرم سیری بود است
این مشت گلی که گشته خشتِ سرِ خم / میخوارهٔ عاقبت بخیری بود است
اشکم ببین ز دیده چه بیتاب میرود / تا چشم کار میکند این آب میرود
گویند مردمان غمِ دیوانه می خورند / دیوانه هم شدیم و غمِ ما کسی نخورد
صد نامه نوشتیم و جوابی ننوشتی / این هم که جوابی ننویسند جوابست
چه آفتی تو ندانم که در جهان امروز / محبتِ تو دو کس با هم آشنا نگذاشت
بجنگ کوش که دشنام رو برو بر من / هزار بار به از بوسه به پیغام است
همنشینم بخیالِ تو و آسوده دلم / کاین وصالیست که در پی غمِ هجرانش نیست
پس از عمری که بهرِ پرسشِ بیمار می آید / غمِ خود با که گویم همرهِ اغیار می آید
چنان بدوستیت خواهم اعتمادی / که صد ستم کنی و عذرخواهِ من نشوی

آخر مهر و محبت نه همین سوختنست / تا چها بر سرِ خاکسترِ پروانه رود

روزِ اول که باستاد سپردند مرا / دیگران را سبق آموخت مرا مجنون کرد
پیوند دوستی تو از آن پاره میکنیم / تا باز دوزم و بتو نزدیکتر شود
چه سود از آنکه حریمِ دلم نشیمن تست / که در میانِ من و دل هزار فرسنگ است
گر بپرسند بکشتن ز لبِ خونخوارش / سببِ قتلِ من از خنده جوابی دارد

بسوی مصر نیاید نسیمی از کنعان / که دامنی نزند آتش زلیخا را

خود فروشی باشد ار گویم نمی ارزم بهیچ / لیک بر جانم گرانی دارد ارزان زیستن
خنده مستی خواست که خون در جگرم کرد / میخواست تلافی کند آزرده ترم کرد

میر محمد جعفر
جامی
میرزا سعید رضا
رضا بی جهان بابانی
سلطان حسین اعرابی
سید امین
119
زرقی استرآبادی
حافظ شیرازی
ملا حیدر ذهنی
ذهنی همدانی

یک ناوک کاری که از کمان تو نخوردم | هر زخم تو محتاج بزخم دگرم کرد

ترا به نکهت پیراهنی مضایقه نیست | دلی بطالع ما راه کاروان بستند

زکی از بیخودیهای جرس منالد انستم | که ره گم کرده سرگردانی این کاروان دارد

گردال ز عرض نیاز من نمرادی برسید | این قدر بسنده که ترا بر سر ناز آوردم

دلم بحسرت آن مرغ ناتوان میرد | که در قفس بتمنای گلستان میرد

زکی دیار محبت غریب ملکی نیست | هر کسی که به پیری رسد جوان میرد — زلالی

نخواهی کرد یا واز خار خار سینه چاکم | مگر روزی که گیرد دامنت خار سر خاکم

نه نکهتی ز گلی نی خراشی از خاری | درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری — زینی استرآبادی

بدخو مکن بوعده وصل اهل درد را | بگذار تا بمحنت هجر تو خو کنند — زین خان کوکلتاش

بیک شب چه عشرت توان کرد با تو | تماشا کنم می خورم راز گویم — سید حسن غزنوی

رهت کن بکار خود امروز که فردا چون شد | گرم رفتن چه شوی می رسی بر لب خزان گرد — ۱۲۰

با چنین لعل لب سیراب بر من نگذری | تشنه ام ناگاه خود را بر زلالی میزنم — رضائی یزدی

دوست میدارم من این نالیدن جانسوز را | تا بهر نوعی که باشد بگذرانم روز را

حدیث عشق چه داند کسی که در همه عمر | بسر نکوفته باشد در سرائی را — شیخ سعدی علیه الرحمه

دلی که عاشق و صابر بود مگر سنگ است | ز عشق تا بصبوری هزار فرسنگ است

دلی از سنگ بباید بسر راه وداع | که تحمل کند آن لحظه که محمل برود

خبرها برسانید بمرغان چمن | که هم آواز شما در قفسی افتادست

سعدیا این همه فریاد تو بی چیزی نیست | آتشی هست که دود از سر آن می آید

بلطف دلبر من در جهان نبینی دوست | که دشمنی کند و دوستی بیفزاید

مدعا لم را یکبار از دل تنگ | برون کردیم تا جای تو باشد

گفته بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم | چه بگویم که غم از دل برود چون تو بیائی

مردمان منع کنندم که چرا دل بتو دادم … باید اول بتو گفتن که چنین خوب چرائی

سعدی از داغ جگر پنبه مکش … مکشا روزن آتشکده را

زمن مپرس که از دست او دلم چون است … ازو بپرس که انگشتهاش در خون است

دی زمانی بر سعدی بتکلف بنشست … فتنه بنشست چو برخاست قیامت بنشست

سعدیا نوبتی امشب دهل صبح نکوفت … یا مگر صبح نباشد شب تنهائی را

برگ گل نیست که افتاده بطرف چمن است … پنبهٔ داغ دل بلبل خونین کفن است

تنم از ضعف چنان شد که اجل جست و نیافت … ناله هر چند نشان داد که در پیرهن است

گاهی ز دل بود گله گاهی ز دیده ام … من آنچه دیده ام ز دل و دیده دیده ام

چشم سرمست ترا عین بلا می بینم … لیکن ابروی تو چیزیست که بالای بلاست

کاکلی و الکن فشان آید قد رعنای او … تا نه بیند دیدهٔ غیری نشان پای او

عاقبت سر زگریبان تو بیرون آورد … بوی پیراهن یوسف ز جهان گم شده است

آزرده شد از بس به چشم من شب کف پایت … ای ماه ای کف پای تو آ چشم رسیدست

مردم از غم سخن از زلف خود چند کنی … این نه حرفیست که گوئی و تسکین چند کنی

بقتل من کشند شمشیر بی از بیم جان ترسم … که طفلست و چو بیند کشته ام ترسد از آن ترسم

عاشق و سامان چه بی شیر و تصور بیستون … خنده بر بازیچهٔ فرهاد می آید مرا

ز بزم وصل تو امشب نمیتوانم خاست … که بیم هجر تو سر در کنار من دارد

ندانم آنکه بدرگاه کعبه رو آرد … بعذر خواهی آن خاک آستانه چه کرد

کنون که دل ز تو کندم مرا چه فایده داد … نوازش دل بی مدعا چه فایده داد

کارم گهی صنمگری و گه شکست اوست … بتیاب عشق هر چه کند حق بدست اوست

مجنون خلق والیست زانکه در محشر … بیک کرشمه ببندد زبان دعوی را

از قتل من مترس که دیوانیان حشر … مجرم کنند مهر تو صد دادخواه را

۱۲۱

[میر الهامی]

نگذاری که غباری بدلم بنشیند / گر بدانی که چه ذوقست ز آزار مرا

[کمال الدین بنائی]

نالهٔ من شده گر باعث دردسر تو / دست دل گیرم و بیرون روم از کشور تو

در معرکهٔ جهان من شیدائی / چشمی بگشادم از سر بینائی

دیدیم که در او نبود بیدار کسی / من نیز بخواب رفتم از تنهائی

[کلیم]

نه تاب دیدن و نی طاقت شکیبائیست / تو چون نقاب گشائی چه جای تماشائیست

در روزگار عشق تو من هم فدا شدم / افسوس که ز قبیلهٔ مجنون کسی نماند

چشم بر راه اند میخواران که کی باران شود / ابر میخواهد مستان خانه گو ویران شود

اینم دلیل بس است که هنگام باز خواست / نعشم بر آستانهٔ قاتل نهاده اند

غریب شهر توام من نگاه مرا مترس / که هیچکس بدیار من این خبر نرساند

وقتست که چون صبح ببالین من آئی / شمع سحرم یک دو نفس بیش ندارم

من آن نیم که نسیم گلم فریب دهد / باشنائی بلبل نگر بباغ روم

۱۲۲

[ملا سیری خیرآبادی]

اگرچه فاش نگرد ز دست نمیگردم / دلی ببین که بگرد دلم نمی گردد

رقیب تا نبرد پی بوادی وصلت / بجای پا همه جا سر نهاده آمده ایم

[فریدون سابق]

هر چه دیدم من ازین دشمن جانی دیدم / غیر دل روز جزا با دگرم کاری نیست

قاصد بخدا آن بت عیاره چه میگفت / قربان زبان تو بگو یار چه میگفت

:

با آن رخ زیبا که در آیینه نظر کرد / خود نام خدا نام خدا میکند امروز

[تاثیر]

رسید قاصدم از پیش یار و میگوید / گرفت نامه و از خود در پیچ پیچ نگفت

من نمیدانم که دل میسوزد از غم یا جگر / آتش افتاده است در جائی --

[صائب]

خرابم میکند در می پرستی همت مینا / که گر یک ساغرش کم تر دهی نازی نمی بندد

چون گرفتاری من دید ترحم فرمود / که دگر دام نسازند و قفس تنگ نشد

[ملا سالک یزدی]

در هوای عشق پروردم دل دیوانه را / چون سپند از بهر آتش سبز کردم دانه را

ننگ ناموس جنون در گردنم افتاده است / نیست مجنونی که بسپارم باو زنجیر را

جواب نامهٔ من غیر ناامیدی نیست
دل محمود شد اسیر ایاز
مسیحا چارهٔ درد محبت کی تواند
مجنون خموش ناقهٔ لیلی به هر قدم

ز دست سودن بال کبوتر پیداست
کار خود کرد عشق بنده نواز
بیار ای عزیزان سر چشمهٔ بیمار مرا
عرض نیاز او به زبان جرس کند

تا چند دیر و کعبه مخوان این فسانه را
همچون کمان حلقه یکی کن دو خانه را

در چمن دوش صبا بوی تو سودا میکرد
گل بکف داشت زر و غنچه گره وا میکرد

آیینه بکف گیر که از رشک بمیرم
هما تسلیم مرا خشک و ناتوان دید
گرم آتش بازیم چون دود طفلی پر
میرزی مست تغافل دید خاک سلیم
میتوان در تغافل نگاه کرد
گاهی گذری بانب طرف هم

در کشتن من حاجت شمشیر ندارد
هنوز لذت این استخوان نمیدانند
گفت این بجنت مشق عشقبازی میکند
خاکساران تو ای شوخ دعا میگویند
دو سه روزی طپید گرد دلم رحمت ما
مجنون تو آخر به بهشت

چنین بر جبین ز جنبش هر خس نمیزند
به دعوی گاه محشر بر سر من شور رسوایی
از این بیرحم صیادان های کی الهولا
استخوان من مجنون تفاوت میدار

دریا دلان چو آب گهر آرمیده اند
میان ما و مجنون گفتگو بسیار خواهد شد
گر آتش میزند اینهمه یک نخجیر صحرا را
ای هما جاشنی درد فراموش مکن

تن مده اختلاط چیان را

جامهٔ تنگ زود پاره شود

دل از کف داده ام با منیدانم کرا دادم

کسی این نسخه از من برده است و رفته از یادم

در عدم هم ز عشق شوری هست
در ته خاک نیز راحت نیست

گل گریبان دریده می آید
سبزه دامن کشیده می آید

عالمی از بسکه جاسوس اند بدنام ترا

از صبا چون بوی گل گیرند پیغام ترا

۱۲۳

محمد افضل سرخوش

فزود چشمِ ترِ من شکوهِ خوبان را
شد روزِ دلِ سیاه چو برگشتهٔ داغِ ما
مارا جدائی از تو پس از مرگ هم بلاست
یکبار از میانِ دو عالم برآمدم
بعد از وفات هم نشود کم جنونِ ما
نهان ز ضعف چو گرد ست در میانِ هوا
کاش بودی اعتبارِ صورتِ دیبام را
شورِ محشر کرد صحرای قیامت باغ را
اگرچه شمعِ قدِ آن ستم در آغوش ست
کدام ماه جبین دوش مجلس آرا بود ۱۲۴
این سخن در زبانِ نگینِ مُل که شوری میکنند
بد در خطِ او عاشق ازین بدنام می افتد
شد ز اشکم رفته رفته دیدهٔ گریان سفید
ز مژگانِ خدنگش بسکه دارد رخنه اعضایم
آیینهٔ شکستهٔ دل پیشِ روی یار
جدا از روی تو آیینهٔ دلی دارم
خیالِ نوش لبان پا نهد بسینهٔ من
چو میر و زنده دل نبود غم از تاریکیِ گورش
باز شد چشمِ دلم از پستیِ مقدارِ خویش
تا گرفتاران شدیم از اتحادِ اجزای هم
نباشد بی رقیبی عاشق آزاری چو زیبی

کنارِ آب درخشیدن کند چراغان را
ماتم گرفت خانه بمرگِ چراغِ ما
گریان رود چو ابر ز کویت غبارِ ما
آخر چو تیغِ تیز بریدم نیام را
چون تخم زیرِ خاک زند جوش سخنِ ما
دامنِ خرقهٔ پشمین وجودِ خاکیِ ما
تا شدی در زیرِ پای نازنینی جام را
دیدهٔ نرگس از آن چشمِ اهلِ محشر مست
هنوز دور چو فانوس از بر و دوش ست
که شمع از درِ فانوس در تماشا بود
چون نگین از حرفِ مردم نام پیدا میکند
که طشتِ آفتاب از بامِ گردون شام می افتد
میکند ابرِ سیه را عاقبت باران سفید
مشبکِ سایهٔ من بر زمین چون دام می افتد
صد جا به یک نگاه گرفتار میشود
کز اضطراب چو سیماب پاره پاره شود
با آن کرشمه که شیرین به بیستون آید
که بیرون می تراود همچو فانوس از کفن نورش
عالمی را دیده ام افتادنِ دیوارِ خویش
همچو بندِ نیشکر داریم سر تا پای هم
سگی افتاده می بینم بدنبالِ هر آهوی

رباعی

خواهم لبی بعرضِ تمنا گریستن | چون چشم بلبله بود دریا گریستن

هر لالهٔ خونین دلِ چاکی بود ست | هر برگ گلی ز گلشن پاکی بود ست

این باده که تشنه بخونش امروز | دیده ز جگر گوشهٔ تاکی بود ست

رباعی

مقصودِ جهان مهر و ماست یکی | رهبر دو بود و لیک راه است یکی

در دیده محمد و علی فرقی نیست | گر چشم دو تا بود نگاه است یکی

سرگذشتِ شبِ هجران تو گفتم با شمع | آن قدر سوخت که از گفته پشیمانم کرد

دل باختهٔ عشقم غم دنیا را | تصدیع مکش مهمان من خانه کجا دارم

چکنم خاطر صیاد عزیز است مرا | ورنه از کشمکش دام بتنگ آمده ام

هر کس که شبی نشسته پیش تو | بسیار بروز ما نشیند

از چاک دل نظر برخ یار میکنم | سیر چمن ز رخنهٔ دیوار میکنم

تا کی گشتی آزار پیِ طبل و علم | سرگشته شوی در طلب خیل و حشم

تا چند چو فانوس خیال از پی هم | گردد بدلِ تو فیل و اسب و آدم

فریاد گدائی از سر کوی تو علیم | محی برم | فریاد ناتوانِ تو امروز دیگر است

خود فروشی تا بکی ای نافه پیش سلفِ یار | آخر از موی سفیدِ خویشتن شرمی بدار

رفتی و سراپای ترا سیر ندیدیم | داغی بجگر ماند ز هر جای تو ما را

با هر که نشیند چو بپرسیم کیست این | گوید که این نو عهد قدیم آشنای ماست

نیست پای رفتنم از بزمِ وصلِ او مگر | شمع سان آرند بیرون کشته زین محفل مرا

با من سخن از فرقتِ دلدار مگوئید | از مرگ سخن بر سر بیمار مگوئید

از شادیِ بسیار مبادا که بمیرم | با من سخنِ وصل بیکبار مگوئید

چند همراه رقیب آید و از من گذرد | چند عمرم بسر آید و دلِ دشمن گذرد

نبوده پیش از این هرگز خبر از عشق غمازش | ز بس بردم گمانهای غلط کردم خبردارش

هر نگاهش بمن سوخته در روزِ وصال | از شب هجر بلائیست که من میدانم

[illegible]
[illegible]
[illegible]
امیر شاهی سبزواری
ملا علی اکبر [illegible]
[illegible]

مولانا [illegible]
امیر شاهی سبزواری
[illegible]

خوش آن ساعت که پنهانی بر یار رسیدیم
چو میگردد نظر سویم سوی اغیار میدیدیم

ترا ای مه بیوفائی شناسم
بنوعی که هستی ترا می شناسم
بگو چون شوم شاد از وعدهٔ تو
که من طالع خویش را می شناسم

گذشتم از سر و گفتم بنازم این قدرت
کشید باز من و گفت نازم این قدرت

کی غم عاشق ز سیر باغ و صحرا میرود
عشق تا با اوست غم با اوست هر جا میرود

زگردون مرگ میخواهم حیاتم میدهد آری
فلک بسیار زینسان لطفهای بیمحل دارد

آنچه دل از بیم آن میسوخت هر دم هجر بود
آخر از ناسازی گردون بآن هم ساختم

چشمان من بروی تو ساقی چنانند
کز رشک یکدگر را دیدن نمیتوانند

دمی که درد دل خویش خواهمش گویم
کند بناز بنوعی نگه که نتوان گفت

خوشش شبی که تو سرم در ته پایت نازم
تو زدی بر سر من پای و گفتی سر کیست ۱۲۶

خوش آن زمان که نکویان کنند غارت شهر
مرا تو گیری و گوئی که این اسیر منست

خوش آن شبی که در آغوش گیرمت تا روز
بزیر پهلوی تو دست من بخواب رود

شرمندهٔ ز طعنهٔ مردم برای من
خوبی تو بلای تو هم شد چه جای من

زمام از دست لیلی در ربود ای ناقه کاری کن
سر خود گیر و بر مجنون سرگردان گذاری کن

تیرت گذشت از تن همچون خیال ما
این خود گذشت فکر دگر کن بحال ما

نه میدرد آن شیرینی کی نهد بر من نگاه از تو
نه درد عشق میدانی نه قدر حسن آه از تو

شنیده ام که ز اغیار تنگدل شده
ز جور ها که همی کرده خجل شده
بختم اگر تلافی غمهای من کند
یکروز خوش بمردم عالم نمیرسد

هر ذره ز خاکستر من در کف آهی ست
چون سرمه که در رهگذر باد فروشند

طوفان گریه که مرا بی تو هر دم ست
وصل از بعمر نوح تلافی کند کم ست

ز خط زائل نگردد جانفزائی لعل جانان را
ز خاصیت نیندازد غباری آب حیوان را

فرهاد از چنین دل پر درد بود
ناله می شنوم سخت غریبانه مگر
قسمت خویشتن از جنت نظاره دوست

دوشم که دیده نور ز شمع وصال داشت
بنشست آن قدر که ببینم رخش درست
تا ابد مایه رشک دل پرویز بود
سینه بر خنجر او زان که نهادست بیا

بی مراد دل از جای بر نمی خیزم
این که گامی دو سه زد ناقه لیلی بغلط
کم کن ای شاپور از زنار زلفش گفتگو
تن آن سنگ دل ای یوسف ببین عجب بود
ناتوان شاپور را امشب که پیش آمد که باز
بوفای دو سه نرگس مرد از ره شاپور
حال مرغیست دلم را که باندازه چمن
ز دست بوالهوس خواهم ز کوی او رمیدن گفتنا
چه خورم حسرت پرواز گلستان ای کاش
امشب ای همنفسان در بخوابید که من
بهر گلشن که با این نغمه پردازی وطن کردم
تا کی ملامت مژه اشکبار من
گذشت مرا تغافلت دو چو شدی نو چاره من
فدای تندی خویش شوم که چندانی

در کوی تو هر جا که نهادیم قدم را
مرغ بی بال و پری در قفسی افتاده است
همه کس یافته شاپور نگر آدم نیست
این غیرتم بسوخت که پروانه بال داشت
چشمش هزار کار و دلش صد خیال داشت
نقش شیرین که بمرگ از دل فرهاد برفت
تا نفس هست آن زند دگر بمقابل چند
که بخت خفته سر اندر کنار من دارد
آسمان تا چه بلا بر سر مجنون آرد
127 این سخنها آدمی را زود کافر میکند
که طرف دامن از خجلت بجای پیرهن شد بود
میکند فرهاد سر بر خشت بالین میزند
که همین است جان آفت جان خواهد شد
ز آشیان آید و در دام گرفتار شود
چه خوش از جای برخیزم اگر صد بار بنشینم
بگذارند که کنج قفسی گرم کنم
با دل خسته خود وعده افغان دارم
زیارتگاه مرغان چمن شد آشیان من
یکبار هم نصیحت چشم سیاه خویش
یافته که عاشقم وای بر روزگار من
که زارتر ز غم دید و رحم نگشت کرد

چشم یعقوب بره چشم زلیخا در پی
ز من عشق بگو نبین صلاح کل کردم
آزردگی اهل مع فا پیش تو سهل ست
ز من بغیر خیالی نمانده است هنوز
بجرمی آنکه شبها در سر سیداد جانانرا
دل گفت یا نصیب ز دست جنون بود
تو عاشقی امروز دو چارم شده مردم
امروز شد ارزانی ما تا چه شود باز
گفتم بحرم محرم این خانه کدام ست
من این نیم که فکر تلافی من کند
دل با آن درد نه بندیم که چون زخم بود

فنا و از زخم دل مرهم هما نا
ز نرم یار شفائی نمیر و مرهم

تو آن نه‌ای که از ته دل یار کس شوی
نمیدانم که دل را از کجا این جستجو بستم
چه بلا بر سر نازل ز شفائی خوبان
حال آن مرغ چه باشد که پس از گل تا جا
گرمست در جفا دل اهل جهان من

آن بیمروتی که تو بر رو میکنی
تا حشر میشود گله پامال میشود

به پرستاری بی آرام بر سر بالین بیماری

تهمت معذرت این بادیه سرگردانست
آن حصر کرده زناد و سستی تماشا کن
باید که دل بوالهوس آزرده نباشد
بخاطرت چو رسم از من احتراز کنی
بزندان کرده‌ام در تنگنای سینه افغان را
چاکی که از برای گریبان نگاه داشت
کز داغ که میسوخت که مژگان تو میداشت
آن لطف که دیروز بجالم گری داشت
آهسته بمن گفت که بیگانه کدام ست
این خنده‌های زیر لبی عذرخواه کیست
به درد وصل بدریوزه درمان برود

لبها از گوچه مرهم گذشت ست
شوم دو چار بهجر یکه دیر

این یکدو روز لطف زبانی غنیمت است
ز لب دندان خشن چندانکه مسکین از میان گم شد
که بما وعده دیدار بمحشر ننهند
غنچه دل بخس و خار گلستان نبرد
شرمنده ام که حوصله محشر نماند

خود را دهم فریب که فردا میکنند
امروز را خوش است که روز جزا کنند

اگر در دم از این پهلو بآن پهلو بگرداند

۱۲۹

با این شوخی نمیدانم چه خواهی کرد مستوری
مرغی چه همای دل من گشته شکارت
نیست هم از یکه بجون شیشه ساعت دمی
دلم از بدگمانی تا بصد ره افگند صید
جا دادن اگر بدلم خانه نسازی باری
شهرت نمک دعوی عشقست وگرنه
با این دو روزه حیاتم سر وفای کسی ست
رشک کاهی کرد باتش که چون من پیش دل
وفای شمع را نازم که هر شب میکند روشن
نشد فرصت که چندان لذت از وصل تو گیرم

دلم بحسرت دیدار باغ میشود

نیست همدرد یکه پیش او تهی سازم دلی
کاری نیست فروغ رخ عالم سوزش
بغلط هم نزد و بر سر مجنون لیلی
من خود نمیگویم که بسل اما تو خود انصاف ده
ز دل کرد نگاهی که رقیبت نه پسندد
منکه قد ساغر بی التفاتی میکشم
تا بکام جبهه دل نقش پای خویش کنم
بحسرت دیده از نظاره دیدار می بندم
غافل ز بس شدیم ز کویش دم وداع
به گمانم من و از بهر تسلی خواهد

کر گر جائی دو چار خود شود بدنام میگردد
نگرانه این صید هتی کن قفسی چند
سر بهم آریم و یکساعت دلی خالی کنیم
حکایت اگو بید و عمداً در اثنای سخن خندد
باش چندانکه دلم بوی وفا بر دارد
زان گونه توان زیست که جانانه نداند
که گر بقای ابد باشد او وفا نکند
می برم نام وصالت بر دهانم میزند
چراغ چشم در راه تربت پروانه میرسد
که در ایام محرومی من و دل را بکار آید

که بر امید وفای گل آشیان بستند

میروم تا گریه بر تربت مجنون کنم
این چه داغیست که از خون من افروخته است
عاشق این بخت ندارد زخمی ساخته اند
یک زخم الماس این همه یک جان آزار این قدر
قربان سر ناز کن و سوی من انـ
این تقرب کو که گویم باده با دشمن مکش
بیش ازین نتوان پشیمان شد نبود عشق هم
نگاهی نا ادا هم کن که امشب باز می بندم
دل را ز اضطراب بهانه نگاه داشتم
عذر آن طور که سوزد به گمان دیگرم

چون لب از قصهٔ اظهار محبت وا نمود

این چه انصافست اصحی کن تمنای مرا
خواهم هزار دل که یکی راجو ردکنند
بهر جانی ناتوان وادواز ان کشته نیم
آبرو در نظر شکوه مرا هیچ نماند
امشب ز یار رخصت آهی گرفته ایم
عجب متاع عزیزیست این وفا دار
مروّتی موقوف بر شبهای یکی نظر
تو تجلوه چون در آ اجل از سر ترحم
۱۳۰ ای غم تو اگر خاطر ما سهل گرفتی
ای کلک گمان خریدار بی دمی
در حیرتم که آینه نهاد بیت رکعت
خورشید رخی آز تو سهای انا
تقسیم چنین شد ستار زر و زر اهل
کامی ندیدم از شب وصلت که داشتم
لایق مجلس نیم لیک از برای چشم زخم
شبهای هجر را گذرانیدیم و زنده ایم
دوریم بصورت ز تو نزدیک بمعنی
اسیر عشق گرفتار بند تقدیرم
گهی بروی تو گاهی ببوی گل نگرم
چرا در آتش سوزان نسوختند مرا

بزبان نگه گرم تماشا کردم

منکه ساحلی از نگاه زیر مژگان میشوم
بستانم و بدستش از ان بهتری دهم
که بدامان تو در روز شمار آویزم
بسکه نزدیک لبش بر دم و باز آوردم
دستور عاجزانه نگاهی گرفته ایم
که مفت هم نخریدند هر کجا بردم
بمروت لایق مهمان نگاهی نیستم
همه جا کند منادی ز تو احتراز کردن
ما از تو نرنجیم که دیرینه مائی
تا دست گل گرفته ببازار بر دمی
فریاد میکند که تو شیدای کیستی
جمشید وشی از تو گدائی از ما
بیگانگی از تو آشنائی از ما
چشمی بجانب تو و چشمی ببوی صلح
شاخ خشکی نیز در کارست بستان ترا
ما را بسخت جانی خود این گمان نبود
مانند دو مصرع که ز هم فاصله دارم
چو شیر از دو طرف میکشند زنجیرم
کند مقابله کس چون کتاب را تنها
بدست هجو تو کافر نخستند مرا

وقتِ مردنِ من قاتل بدست آید مرا
زمستم بنوعی سخن میکند
یک جور را هزار دلیل آورد لعند
بآن بیرحم خواهی گفت از بهر خدا
دستِ من گیر کراین دست بهانست مرا
زبارهٔ دلِ من هیچ گوشه خالی نیست
بباغِ میر دی همچو بید میلرزم
باهر که حرفِ دوستی اظهار میکنم
ماهِ من مست برون آمد و شب سیر کند
یک نفس راه هندی داشت ناله گل از دو بر
مرا الفت زدام آزاد خواهد کرد میدانم
بیاکه نقشِ دگر زد رخِ فرنگ ترا
دور از چشمِ تو بخشاید دلِ البستان مرا
مانی چو نقشِ آن بت بدست میکشد
همچون جرس ز دوری یار بیگانه ام
نمیخواهد دلم زخمیکه بامرهم بود کارش
آن بخت نداریم که هم بزمِ تو باشیم
آن دهانِ نمیان بوس و کنارم آرزوست
دارم دلی که دارد هر ذره اش هوا
فتنه بازاری بچشمش داشت پیدا میگم
بسکه در سر هوس روی تو دارد دیده

آخرِ عمر آرزوی دل بدست آید مرا
کرگوئی مرادیگری گشته است
یارب که دلربای کسی نکته دان مباد
که گاهی ای وفا بیگانه من هم آشنا بودم
سالها در غم هجرانِ تو بر سر زده ام
کدام سنگدل این شیشه بر زمین زده است
که از شگفتن گلها بتو هوا برسد
خوابیده دشمن است که بیدار میکنم
طور بد پیش گرفته است خدا خیر کند
مرغِ ناله زمن بود که بلبل دو برد
ولی بعد از زمانی یاد خواهد کرد میدانم
شراب و غنچهٔ گل شد چراغ زنگ ترا
می نماید ترکشِ پر تیر نرگسدان مرا
چون میرسد بساعدِ او دست میکشد
فریاد خیزد از در و دیوار خانه ام
من و آسایش و دردی که از درمان نشو عارش
ما و سرِ راهی تو و آستانه دیگاهی
نیست چیزی در میان صد هزارم آرزوست
چون خرقهٔ گدایان هر پاره از جائی
گفته آشوب از برای روزِ محشر میچرم
پشت سوی من و روی تو دارد دیده ام

روزگار سیری در آن زمان بخاطر

۱۳۱

نوکِ بهار

غزالی فی
هر لحظه
در سو
بلبل
نکته
شکوه
مغل

درد دل گفتم تغافل کرد خواری را ببین / گریه کردم خنده زد بی اعتباری را ببین
صبر کردم سر کشید و شور سر کردم رمید / شکوه کردم رنجه شد ناسازگاری را ببین

تا کی بباغ وصل تو از بیم مدعی / گلهای ناشگفته بجیب و بغل کنم
دلدار چه بی وفا برآمد / شرمندهٔ انتخاب خویشم

اگر میرم ز غم مشیت نگویم حال زار خود / ترا از صبر میخواهم که باشم شرمسار خود
ضعف غالب شد و از ناله فرو ماندم / دگر از حال من او را که خبر خواهد کرد
این بس جزای کشتن صبری که روز حشر / حسرت نمیخورد که چرا بسمل تو نیست
فارغ ز قید مهر و وفای خوشا دلت / هرگز نمی شود بکسی آشنا دلت
با تو مهر دیگران خواهیم دیدن تا کجاست / در دل بیطاقت ما صبر این مقدار نیست
من نه پیشش درد دل گویم العبد امید او / منتظر کمن گفتگوی من بپایان کی رسد
مجنون برنگ بادیه غمهای خود شمرد / یاد زمانه که غم دل حساب داشت
نکرد خاطرم ای خوشدلی چه میکرد / کدام روز ترا با من آشنائی بود
دلم پرست ز خون بر لبم مزن انگشت / که همچو شیشهٔ می گریه در گلو دارم
چنان ز هم من و دل هر دو گشته ایم جدا / که آن غریب ز من میکند سراغ مرا

کشتند و سوختند مرا ای هما برو / در قسمت تو هیچ ازین استخوان نبود

دل گر سر از رضای تو پیچید بگذر از آن / با من که بود نیز بفرمان من نبود
تو که ذوق عیش داری بشنو پیام قاصد / که بجز بلاکشی صرفی خبری دگر ندارد
چاره مرگست که از حیلهٔ بیمار شدن / نتوانستمش آورد بکاشانهٔ خویش
از ملک دل مپرس خبر کاندرین دیار / صاحب تصرفیست که ما هیچکاره ایم
صلحی ترا که طاقت روز وصال نیست / در حیرتم که در شب هجران چه میکنی
غنچه نگذاشت که آرام دل بلبل کند / باغبان امروز گل را سخت بیرحمانه چید

۱۳۲

در خانهٔ شکسته نگیرد کسی قرار
غرور حسن از بس با اسیران دل گرانی دارد
چه شد گر غیر جا در بزم آن بیباک میدارد
ز کویت میبرد دامن ز فرط غیرت عشقم
رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان
از ازل صیاد در دنبال آمیزش است
هر زمان مست تو در گردن خود میبیند
عرق نشسته ز بیندم رخ نکوی ترا
سخت میخواهم که در آغوش تنگ آرم ترا

ما از تو جدائیم بصورت نه بمعنی

اگر تو دامن خود را بدست ما ندهی
خود دیگر از در انصاف در آئی ورنه
قربان پاس غلط کردهٔ خود میدارند
جز لب خون من بگینه چه خواهی داد
ما را شب وصل چه حاصل که تو از ناز
از غیرت رکابت از دیده خون روان است
چشم شوخ تو چو بر هم زن مژگان گردد
تا بوسه کسی ز لب دلستان رسید
جای نمیروی که دل بدگمان ما
آنکه منع من مخمور ز صهبا میکرد
دل پیش تو مشکل سر پا داشته باشم

ترسم که رفته رفته غم از دل بدر شود
نگاهی بعد عمری گر کند بسیار میداند
دو روزی دیگر آن بیچاره هم طول امل دارد
اگرچه زندگانی بی تو دشوار است میدانم
گر ز انگشتهای گل فریاد میتوانست کرد
چند روزی آمد و یاران خود را دید و رفت
این چه اقبال بلندست که مینا دارد
ز من مرنج که میخواهم آبروی ترا
هر قدر افسرده دل را بیفشارم ترا

چون فاصله بیت بود فاصله ما

۱۳۲ ز دست ما نگرفتست کس گریبان را
جذبهٔ شوق حریف دل خودکام تو نیست
ورنه یک سرو درین باغ باندام تو نیست
ستمگرا که ترا پای در نگار گذاشت
تا بند قبا باز کنی صبح دمیده است
اما چه میتوان کرد پای تو در میان است
در دو جهان فتنه بهم دست و گریبان گردد
جانم بلب رسید و لب من بجان رسید
تا بار گشتن تو بصد جا نمیشود
لب میگون ترا کاش تماشا میکرد
ما را چه کند آنکه ترا داشته باشد

ای قاصد اگر نامه ز دلدار بیاری
نه ذوق بودن بی روی یار گردیدن
مرا خود نیست یارای سوال آخر چه میگوئی
چه عجب اگر نسوزد دل کس نا گه بر دم
درین بهار نشد فرصت آن قدر ما را راجمهی
در بزم او مجال نشستن نیافتم
اینکه شور محشر از پیداکیست هنگامه ایست
از ره نمیرود بوفای کسی مپرس
نمکی در نظرم جلوهٔ بیجای سرو
بچشم آنکه ز هجران یار دل تنگست ۱۳۲
با آنکه صرف شد همه عمرم در انتظار
مرا خود گشتی اما یاد من بسیار خواهی کرد
هر که خواهد که ز کوی تو رود من ضامن
با تو گر دعوی خونم بگواه انجامد
انصاف تو ای محنت هجران بکجا رفت
که درین ره بتقاضا ماند ندانم قصیدی
ز غیر میکشم از دست بیکسی صدی
پس از عمری که با مهجور خود دمساز میگردد
دلیل خواهش خوبان همین بس عشقبازانرا
صیاد ما بنای ستم تازه کرده است
هر روز حیاتم شب صد گونه الم بود

از بهر تسلی ز زبانش سخنی داشت
چو خنده بر لب یارم رسیده را مانم
اگر پرسد گناه من کسی روز سوال از تو
رسیده ام بجای که کسی سد بد روم
که هم ترانهٔ بلبل کنیم مینا را
چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را
از خدا خلعت برای ما سفارشنامه ایست
این دل که آشنای قدیم جفای تست
من مگر خوبی اندام نمیدانم چیست
شبی بروز رساندن هزار فرسنگست
اگر نیم هنوز که چشمم براه کیست
نشیند چون ز خط گرد یتیمی بر بناگوشت
اضطرابش نگذارد که قدم بردارد
نیست ممکن که برای تو صدیان برود
هر چند گر انجانی ما تاب تو دارد
ناله بی رفتن محمل ز جرس میخیزد
تحملی که ز معشوق خویش نتوان کرد
بعاشق از غرور حسن لطفش باز میگردد
که گل یکساله راه از بهر بلبل باز میگردد
مرغی که بال شکسته شد آزاد میکند
این عمر نبود آفت آرام عدم بود

افسوس که شد آینهٔ خیره نگاهان
روی که نگه کردنش از دور ستم بود

ازان رنگی که شیرین در محبت ریخت ترسیدم
که خون کوهکن آخر بجوی شیر می آید

برابرو مزن دست چین ابلهان را
که از تیغ بی قبضه کاری نیاید

ترا ای غیر چرا گوشهٔ نظر باشد
رقیب کیست که از من عزیزتر باشد

بر افشانم روان گر خاطر اهل حزین باشد
گرفتار ترا چون شمع جان در آستین باشد

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش
تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

کم طالعی نگر که من و یار چون دو چشم
همسایه ایم و خانهٔ هم را ندیده ایم

روز وصل تو گم کنم خود را
نو بدولت رسیده را مانم

از طرز وعده یافتم ای بیوفا که تو
می آیی آن زمان که نیایی بکار من

بعد مرگ افتان و خیزان رهوای کوی تو
استخوانم چون پر افتاده آید سوی تو

۱۳۵ مرا بس باشد از اعضا چو نرگس چشمی و پایی
که تا باشم براه انتظار سرو بالایی

عشق من کرد ترا شهرهٔ حسن تو مرا
هر دو رسوای هم از چه تو تنها بخجی

هر کس نظر کند بتو عاشق گمان کنی
بی آنکه یک رهش بوفا امتحان کنی

از سیر باغ بی تو چه دل وا کند کسی
با چشم منتظر چه تماشا کند کسی

ملا اصبائی
گیرم که رود قاصد من سوی یارش
با او که دهد نامه و پیغام که گوید

از شرم ابروان مه من هلال عید
خود را چنان نمود که کس دید و کس ندید

ملا محمد صوفی
چه سود اینکه عتاب تو خنده آلود است
که زهر کارگر است از چه در شکر باشد

از رشک کی سوزم که پنهان کنمت در دل
در هیچ دلی نیست که جای تو نباشد

صبوحی تبریزی
طرفه حالیست که عاشق شب هجران دارد
خواب نا کردن و صد خواب پریشان دیدن

خوش حال آنکه دید ترا و سپرد جان
آگه نشد که هجر کدام و وصال چیست

ضمیر همدانی
هر کس که دید کشته مرا گفت این کسیست
کز بهر آرزوی دل از جان گذشته است

فریاد از آنان لحظه که درد دل آن شوخ
لب گزیدی من از ذوق فتادم مدهوش
چو می شنیدم کسی از کوی او دلشاد می آید
چو بر خیز ز خواب ناز و بنید سوی خود دیدیم
چه حیاست اینکه گاهی اگر از حال ببرد
نه آز ناز ست اگر حرفش لب بسته آشنا گردد
در حضور غیر با من این همه دشنام چیست
جلوهٔ زلف شاهدی برد دل رمیده را
ز بهر لب فراق خود چشانی که چه شد
ای غافل از آنکه تیغ هجر تو چه کرد
من در شوخی که استیلای حسنش در صف محشر
نالهٔ مرغ چمن گم کرده سیر آهنگ نیست
نومیدی از وصال تو طاقت گداز بود
بخون طپیدهٔ تشنهٔ شمشیر رشک میدانند
نیم کشته کرده چنان تیغ نگاهی که بیم
عشق را بر سر بالین من آرید بعجز
زوری چه تیغ زبانی بکش عنان سمند
بی طراوت همچو برگ سبزهٔ بی شبنم است
داغم که همچو مردمک دیده و سینه ام
چون شکر آن کنیم که بر بالین لا شوق
ولی دارم گرد آغوشم بهم خفته نازک

پرسد ز من و قوت گفتار نباشد
بی تو کیفیت این باده ندانم که چه کرد
فریبی کز تو اول خورده بودم یاد می آید
بهانه چشم بالین کند تا نگرد سویم
هزار رنگ گردی بصد انفعال رسی
سخن را اول نمیخواهد کز آن لبها جدا گردد
ای بقربان تو من این لطف بی هنگام چیست
پی بجا برد کسی مرغ بشب پریده را
خون ریزی آستین فشانی که چه شد
خاکم بنفشان داد چه دانی که چه شد
شکایت شکرساز و بر زبان نهاد دادخواه را
واگذارید ای نوسنجان بخاموشی مرا
صد جا گره زدیم امید بریده را
که روز ماتم فریاد عید پرویز است
شوق دست طلب از دامن پاکش بر دست
کین طبیب است که مشهور بعیسی قدم است
گر نیم کشتهٔ ناز تراو صیت نهاست
گوشهٔ دامان مژگانی که اشک آلوده است
میدان ترکتازی یک داغ بیش نیست
جور تو همچو لطف جدا کم نمی شود
نمک میکوبد و خمیازه در خمیازه میزند

ضیاء الدین ... محمد علی ... بابا طالب

۱۳۶۰

... ایم

چو غمزهٔ تو بقصد جفا برون آید
حاشا که در لب ما میل می دجو بود
چنان تشنهٔ لبی یا گرم گر آبی

اجل بماتم اهل وفا برون آید
ذوقی که نیم غنچهٔ تبسم درد بود
ز جوی تیغ تو آرند در گلو نرود

چون کند ترک سر زلف تو کز خون دلم — شانه را جا کشتنی در بن دندان افتاد

با صد کرشمه آن بت بدست میگیرد
آنجا که ابروی تو نماید هلال را
مرزم زرشک چند ببینم که جام می

خود میکند خرام و خود از دست میرود
چون ناخن گرفته بزیر زمین کنند
لب بر لبش گذارد و قالب تهی کند

بر عضو تنت ساده تر از عضو دگر بود — موی که بر اندام تو دیدیم کمر بود

چو عاشقان بقیامت نشان یار دهند — تر انشان بسر انگشت زنهار دهند

خزان رسید و زبوی بهار رفته هنوز — فزنجیر های جنون در دماغ دل دارم

برغم غیر چنان گشته مهربان با من — که حرف قتل من آورد در میان با من

زود از بزم چنین گله آمود بر خیز
تنها بدیده نتوان داد گریه داد

باقی نماند جز نفسی زود بر خیز
چون ابر میتوان همه اعضا گریستن

عشق تو برد از دل من مهر هر که بود — این کز تو هم اکنون گناه اوست

بد شوای از و قطع نظر کردم ولی برگه — بخاطر میرسد بی اختیارم گریه می آید

جدائی از تو بنا کام در اوائل عشق — چنان بود که بحسرت کسی جوان میرد

بغیر از ینکه به تیغ تغافلم بکشی — دگر ز دست تو بیداد گر چه می آید

سرتا قدمم رفته بتاراج نگاهی — از چشم و دلم مانده همین اشکی و آهی

از فریب باغبان غافل مشوای عندلیب — پیش از ین من هم درین باغ آشیانی داشتم

بهر جا قاتل حسن من دل از کف داده دارد — بر نگ نقش پا در هر قدم افتاده دارد

من آن صیدم که خون خویشتن را از نفس ریزم — بهر دگر دش صیادم کسی نام رهائی را

۱۳۷

ملا وحشی یزدی
محتشم کاشانی

عرفی تبریزی

میرزا صائب
ملا طالب
محمد علی طالب
ملا ...

از هجوم داد خواهان دادِ من هرگز نداد
شبنم ست بگلزار کامیاب شده
نمیدهم به نگه رخصتِ نظارهٔ یار
با این نازک مزاجی تا بکی هر جا نهی پا را
گر او وسیلهٔ گل چینی نگاه کنم
نیامدی که مبادا بمیرم از شادی
دکانِ گل کشاید چون نقاب از چهره برگیرد
گر بی تو ببزم عیش ساغر زده ام
چون دستِ سبوی باده ماندست بجای
شب از میانِ اسیرانِ او فغان برخاست
عشق آنجا که بنیان خرابی ست
مرگ چو منی اگرچه سهل ست
با کم سخنش میتوان ساخت
بطفلی خدمتِ پیری نکردم
بر جگر تشنگیِ خضر دلم میسوزد
غالباً مرد بختِ خفته ما
دیدی چه بر سر آمد فرهاد را ز خسرو
مرنج از من اگر در بزمِ وصلت کلفتی دارم
خفته بودی که لبت بوسیدم
مار از خاکِ کویش پیراهنیست بر تن
نیافتم که سرشته در کجا بندست

دست ما و دامن هرکس که دامنگیر اوست
دلی که بسته بگل عندلیب آب شده
درین زمانه بچشم خود اعتمادی نیست
همان بهتر که چون عینک بچشم ما نهی پا را
کسی که محرم او نیست آشنای من ست
بیا که مرگ بر از انتظار میباشد
گرد در کار سر وافتد چو دستی بر کمر گیرد
صد غوطه بخونِ دیده تر زده ام
دستی که ز هجرانِ تو بر سر زده ام
مگر ظریفیِ بیچاره از میان برخاست
که ترا آورد بخانه ما
گنجایش لب گزیدنی داشت
این ست بلا که کم نگاه ست
به پیری خدمتِ طفلی ضرورست
کز سرچشمهٔ تیغی دم آبی نچشید
ورنه خواب این قدر رنگین نباشد
در خاندانِ کسری این عدل و داد باشد
سرت گردم چه پنهان از تو اندک غیرتی دارم
قندِ دزدی چه بلا شیرین ست
آن هم ز اشکِ دیده صد چاک تا بدامن
کز آهِ من بکشتن نشنود آخر

شیخی و زوجی
عرف ۱
میرزا عزیز بیگ
محمد بیگ غزنی
نور الدین ظهوری
۱۳۸

دو کس که بکمان ابرو در دل تنگم نبود
چون جرس بی زبان هیچ صدای نداشت

آهی که برآید ز دل مرگ از دل چاکم
ابری شود و گریه کند بر سر خاکم

ذوق جانبازی اگر این است خنجر ترا
در میان جان بود جا چون الف تیر ترا

بتو چون سد مریضی که ز فرط ضعف جالش
ز دل نگار تا طلب بهزاد جا نشسته

بیاد قامتی دریای سرو گریه سر کردم
چو مژگان برگ برگش را بآب دیده تر کردم

ز هلاک نیست باکم غم آن کند بلا کم
که بمیرم و بکام دگران گذارم او را

من بحسرت دور گردد مدعی مغرور وصل
ای محبت خاک بر سر باد تا شیر ترا

خاطرم از پرسش و زجر آهی جمع نیست
بسکه می بینند مردم در میان وی ترا

همان عشقی که از وی بر خلیل آتش گلستان شد
کنون زیبای آتش میکند بر من گلستان را

بلوح مشهد پروانه این رقم دیدم
که آتشی که مرا سوخت خویش را هم سوخت

هرگز مگو که کعبه ز بتخانه خوشتر است
هر جا که هست جلوهٔ جانانه خوشتر است

یارب چه بلائیست که در دیدهٔ خوبان
دشنام حلال است و شکرخنده حرام است

هر گاه که از مهر ببین میل تو بیش است
اول نمک سینهٔ ما باش که ریش است

از خاک شهیدان تو هر گل که دمید
معلوم میشود که دل پارهٔ کسی است

خونابهٔ حسرت چکدم از مژه هر گاه
بینم که خداوند کسی بنده نواز است

۱۳۹

عرفی بکمال شرع رسیدی و بسنگی
شرمت نیامد از دل امیدوار دوست

رفت آن آفت دین از بر ما ای هوش بیا
تا ببینم که حباب سر ایمان رفته است

لب بدندان دست زیر زنخ دارد هیچ
گفته آهی نشین گویا که این بیمار کیست

گرفتم اینکه بهشتم دهند بی طاعت
قبول کردن و رفتن نه شرط انصاف است

یک سجدهٔ مستانه و صد سال عبادت
فهمیدن این مسئله موقوف دو جام است

عشق میگویم و میگریم زار
طفل نادانم و اول سبق است

گمان مبر که تو چون بگذری جهان بگذشت ۔۔۔ هزار شمع بکشتند و انجمن باقیست

شرمسار همت عشقم که در هنگام نزع ۔۔۔ اضطراب جان بسر بالین مانع دیدار نیست

میرسی با غیر و میگویی بیا عرفی تو هم ۔۔۔ لطف فرمودی برو کین پای رفتار نیست

روم در گوشهٔ تنها و ریزم خون خود عرفی ۔۔۔ مبادا قدر مردن ناشناسی دست من گیرد

بر لوح مزارم بنویسید پس از مرگ ۔۔۔ کای وای ز محرومی دیدار دگر هیچ

رقیب قتل من این ست که در روز جزا ۔۔۔ بزنم دست بدامانش و دامن بکشد

اگر ز کاوش مژگان او دلم خون شد ۔۔۔ خوشم که بهر من اسباب گریه افزون شد

بلحد چگونه زین غم دلم آرمیده باشد ۔۔۔ که لبی خیال بهر گم چو تو گزیده باشد

چشمم ز بهر خویش دم نزع تر شود ۔۔۔ ترسم که من بمیرم و غم دربدر شود

بناله نرم نسازم دلت ازان ترسم ۔۔۔ که نالهٔ دگری در دل تو کار کند

بعد مردن برای باد بجای خاکم ۔۔۔ گر نشانند مصیبت زدگان بسر خویش

نه ز مهر آمدهٔ بر سر بالین دم نزع ۔۔۔ حیفت آید که گذاری بدلم حسرت خویش

دهن خویش ببوسند و لب خود بگزند ۔۔۔ چون در آیینه ببینند بتان صورت خویش

چنان از زندگی امروز دور از یار دلگیرم ۔۔۔ که گر دانم که فردا زنده خواهم بود میمیرم

بیا ای عشق رسوای جهانم کن که تمکینی ۔۔۔ نصیحتهای بیدردان شنیدن آرزو دارم

چون زخم تازه دوخته از خون لبالبم ۔۔۔ ای وای اگر بشکوه شود آشنا لبم

بتهمت گنهی میکشند بر دارم ۔۔۔ که از نکردن آن قتل را سزاوارم

خوش آن ساعت که میرفتی و قتل ما میسپاری ۔۔۔ تغافل از تو میبارید و حسرت میچکید از من

تو در بزم عیش و من عرفی کوچه که هر سو ۔۔۔ سر خون چکان فتاده و دل مینوا نشسته

نی صبر و نی قرار و نه امید وصل یار ۔۔۔ چون من کسی بکام دل روزگار نیست

خون شد دل خدنگ تو تا از تو دور شد ۔۔۔ آن نیز رفته رفته بپهلوی ما نشست

۱۴۰

دور ز انصاف است بی آشیان من نشستن

هرچند غیر لاف محبت زند برت
هرکس که زیر تیغ برویت نگاه کرد

خوش آن کسی که اگر ماندش ز دوست پیام
خاموش نشین ای دل سرگشته که این هم

پیش ازین تاب غم عشق ندارم عهدی
بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی

نشد که از سر یافته دست بردارد
ز مردم یار می پرسد که حالی کیست طالع بین

ز دل این مهربانیهای قاصد چه میگوئی
حسرت این است که صیاد مرا خیدانی

ز عاشقی نگذارم جدا شود معشوق
تا یکی آن بیوفا از وعده خاموشم کند

دوش از آن شوخ جفا پیشه خود نالیدم
باز آمدست بر سر دیوانگی دلم

فتنه در چشم نگارست چه میباید کرد
نخواهد گفت ترک بی سببها داد زارم

بی تو هر گه که تماشای گلستان کردم
شور محشر شد و زان سعی جهان گشت بلند

حیف این است که جان بغم هجران تو رفت
پیش صیاد من از بهر خدا ضامن شوید

مشت خاشاکی بصد محنت فراهم کرده اند

ما را امید باز ولی هم گمان نیست
زان پیشتر که کشته شود خونبها گرفت

ده قرار که بر قاصد اعتماد نکرد
از دست کسی نیست که فریاد توان کرد

سینه بشگاف و دل خون شده را دور انداز
چه بخاطر گذرانم که تواز یاد درے

بهر زمین که برفتیم آسمان پیداست
که عمرم در محبت رفت و کار آخر رسید اینجا

مساز از پیش خود حرفی که میدانم زبانش را
در قفس وحشت کرا و چمن از یاد م رفت

نظام کار جهان گر بدست من باشد
یا کند فکری بحالم یا فراموشم کند

دل کشید آه که یار ست چه میباید کرد
تا آخر بهار ببینم چه مے شود

گردش لیل و نهارست که من میدانم
که چون سنگ سلیمانیست ناریکه من دارم

همچو گل دامن خود پر ز گریبان کردم
ناله را که من از ترس تو پنهان کردم

کاش در روز وصال تو فدا میکردم
یک سر بریدن تا سر دیوار میخواهد دلم

۱۴۱

من بیدرد و لعنت‌وای و گفتیم	یار را از گله جور پشیمان کردم
چه بیدردانه امشب درد دل با یار می گفتم	گدا دگر می شنید از ناز و من بسیار میگفتم
از پی او روان شدم دست زدم بدامنش	کرد تبسمی بمن رو بقفا که همچنین
نه آشنا و نه بیگانه نمیدانم	که اختلاط چنین با کسی چه نام کند
ولا بحالت مرگم ترا بشارت باد	که بعد ازین بود ایام آرمیدن تو
میرم و بر زندگانم رحم می آید که تو	خوب آن بیداد با داری که با من کرده
تا قیامت هم نیابم فرصت خواب عدم	گر القدر خواب غفلت بایدم بیدار بود
نه چشمست اینکه گاهی میکشایم بی جمال او	نگه از حسرت دیش گریبان پاره میسازد
پس از عمری یکی شب در خواب پهلوی تو جا کردم	ز بیم دیده ام غایب شدی تا چشم وا کردم
ازان قلاش و رندیم میخانه میخواهیم درون آیم	که خود را از پی گردانم و بیخود برون آیم
نکند رحمت عام تو در آمرزش ما	آنقدر صبر که از کرده پشیمان گردم
داری هوس که غیر برای تو جان دهد	آه این چه آرزوست مگر مرده ایم ما
در فیض بست منشین از گشایش ناامید اینجا	برنگ دانه میروید ز هر قفلی کلید اینجا
از خود ای بیخبر اکنون که شدی پیر برآ	جمع کن خاطر و چون دعا ازین شیر برآ
خود نمائیست گذشتن ز بناسی کج راست	از ته پیرهن خویش چو تقدیر برآ
رهائی داده بر پا رشته پیچیده صیادم	که تا باشد وبال خون من بر گردن خویشم
از بیابان عدم تا سر بازار وجود	بتلاش کفنی آمده عریانی چند
سیل افتادست از پا تا خرابم کرده است	جور صد خوننابه آتش تا کبابم کرده است
فرهاد بهر گمشدگان دیار عشق	سنگی چو بیستون بسر ره نشان نهاد
در این روزی که آمد ماه من از بندگی بیرون	چسان آید زلیخا یارب از شرمندگی بیرون
پا در حریم محفل دلها شمرده نه	آهسته باش تا نزنی شیشه ها بهم

میرزا صفی [illegible]

محمد [illegible]

میرزا عبدالوهاب [illegible]

۱۴۲

[illegible]

ناصر علی

علی نقی

میرزا عبدالحسین

علی [illegible]

میرزا [illegible]

[illegible]

حسن شهرت عشق رسوائی تقاضا میکند / جرم معشوق و گناه عاشق بیچاره چیست

بسی به پیچ و تاب افتاد زلف بی‌خبر بخش / مگر دست قضا لرزید در هنگام تحریرش

شوری شد و از خواب عدم دیده گشودیم / دیدیم که باقی ست شب فتنه غنودیم

بر چرخ فانوس خیال و عالمی حیران درو / مردمان چون صورت پروانه سرگردان درو

می شوم گستاخ هر گه مهربانی میکند / او بمن کم لطفی از بسیار دانی میکند

عجز من و غرور تو شد آشنا بهم / رسم نوی ست لطف شاه و گدا بهم

یارانه با رقیب بسی گفتگو کنم / تا در میان تفحص احوال او کنم

تا بفراق خو کنم صبر کجا قرار کو / وعدهٔ وصل گر دهد طاقت انتظار کو

بر شیشهٔ دلم مفگن سنگ امتحان / آن عضو نیست دل که توان بست چون شکست

ای کاش خاک رهگذر دوست بودمی / تا رخ بکام دل بکف پاش سودمی

ستم رسیده دلی دیدم و ز غم مردم / که تندخو و ستمگر درین دیار یکی ست

عمری گذشت و در ره سلامی نیافتم / شرمندهٔ دلم که چها در خیال داشت

تا غمزهٔ خونریز تو غارتگر جان ست / چشم اجل از دور بحسرت نگران ست

چو بیخبر شوم از دیدن تو رشک برم / که در میان تو و دل چه راز میگذرد

عشق آن چاک که در پیرهن یوسف زد / پردهٔ بود که از کار زلیخا برداشت

۱۴۳

چو مرگم شد یقینت لطفها کردی که بخشندم / مریض مردنی را هر چه در دل آرزو باشد

بپای شمع خود شاید که من هم جان برافشانم / ز بال خویش ای پروانه دستی بر سر من کش

بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون / آب چون کم شود از دجله گل آید بیرون

همره نعشم بیا تا بسر تربتم / با تو غنیمت بود یک دو سه گامی دگر

بر دلم سبزهٔ خط تو گران می آید / این بهاریست که از بوی خزان می آید

ماند از حجاب حسن تو در سینه آه ما / چون مردمک بدیده گره شد نگاه ما

غیاث حلوائی

غنی ز روزِ سیاهِ پیرِ کنعان را تماشا کن / که روشن گر نورِ دیده‌اش چشمِ زلیخا را

حلقه در بنگر رخنهٔ دیوار ببین / چشم در راهِ تو دارد در و دیوار بیا

کس وقتِ نزع بر سرم از بیکسی نبود / شرمنده‌ام ز عمر که آمد بسر مرا

نمی کند بمنِ ناتوان نگه آن شوخ / ز بیم آنکه نگویند ناتوان بین ست

چون آستین همیشه جبینم زمین پرست / یعنی دلم ز دستِ تو ای نازنین پرست

تا بکی تشنهٔ خونم باشد / تیغ را گر بدهی آب خوش است

عاشقان را جنبشِ مژگانِ چشمِ یار کشت / عالمی را اضطرابِ نبضِ این بیمار کشت

آب بود معنیِ روشن سخن غنی / خوب اگر بسته شود گوهر است

کند در هر قدم فریاد خلخال / که حسنِ گلرخان پا در رکاب است

زاهد اگر ز کرده پشیمان نگشته است / در هر نماز دست بزانو چه میزند

بسی مشکل بود دل کندن از خوبان پس از الفت / هنوز آب از غمِ یوسف بچشمِ چاه می‌آید

برداشت چو بلبل آشیان را / گل گفت که خس کم و جهان پاک

جان بلب از ضعف نتوانم رسید / ما بزورِ ناتوانی زنده‌ایم

حسن سبزی بخطِ سبز مرا کرد اسیر / دام همرنگِ زمین بود گرفتار شدم

ز شوخی پشت بر من کرده بر رو نمی آرم / کنی گر جانبِ من پا دراز آن نیز بردارم

عزتِ شاه و گدا زیر زمین یکسانست / میکنند خاک برای همه کس جا خالی

جزای یک شبه هجرم اگر بهم بایزد / بسوی خلد برم کافر و مسلمان را

نقل بود که شد آشنا که میگردد / بگرد خویش چو گرداب دیده تر ما

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها / که می‌بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

کار آسان نیست بی دردسر / سخت جانیها حساب دیگر است

ترا چه غم که ترا بر کسی بجای من است / مرا است غم که مرا هیچکس بجای تو نیست

۱۴۴

[illegible]

مولانا ... شاه ...

نغانی شیرازی

ترا در دیده جا کردم که از مردم نهان باشی	ندانستم که آنجا هم میان مردمان باشی
پروا نمیکنی و بهر کس که دل دهم	چون بینمم بداغ تو میسوزد مرا
خوبی همین کرشمه و ناز و خرام نیست	بسیار شیوه هاست بتان را که نام نیست
بروز حشر نغانی بناز پرس مترس	تو بیکسی و غریبی ترا که می پرسد
چو شبنم صبحدم گریان بگلگشت چمن رفتم	نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم
بزعم من گر شد تیز بر دیگران شمشیر می ترسم	که در روز جزا خواهند خون صید از شهید من
هر کس که جان سپرد حیات ابد گرفت	از هیچ کشته قاتل ما شرمسار نیست
منادی میکند امروز تار سر زلفش	که بی ایمان بمیرد هر که ایمان را نگهدارد
شهید ناشده در راه عشق رخصت نیست	چو دوره تمام شود کاروان ما بیاید
ز درد ما اگر آگه نه عجب نبود	غرور حسن ترا از تو بیخبر دارد
عشق بیش از اجلم گشت بمردن نگذاشت	شادم از اینکه مرا دوست بدشمن نگذاشت
پهلو چو بر زمین نهم از بسکه غم گداخت	گویا بخاک صورت مجنون کشیده اند
نمیدانم ز منع گریه مطلب چیست ناصح را	دل از من دیده از من آستین از من کنار از من
غبارم کن خدایا در رکابش گرد دارد	بود دامن کشان روزی مرا از خاک بردارد
بمیزان نظر حسن ترا با ماه سنجیدم	میان این و آن فرق از زمین تا آسمان دیدم
گر دوست شوم بفزونی مستم مکن	آخر چه شد اسیر تو شد بنده خداست
این خواری از تو میکشم ای گل که خون ...	ورنه مرا بدوستی او چه کار بود
من کز نوید آمدنش بیخبر شوم	آه آن زمان که بر سر من بیخبر رسید
دانسته ام که بر سر خشم و بهانه	گر میکشی گر از تو شکایت نمیکنم
از دست جفای تو اگر بگریزم	دور از تو بکوچه خاک بر سر ریزم
بر خاک ره که افتم تا ... بنشینم	بر گرد سرت که گردم ار برخیزم

نغانی

... نغانی شیرازی

ابوالفضل ناظری

... ابوالفضل گیلانی

۱۲۵

... فغانی

...

محمد بیگ ...

...

بیگ

ای قلیل ... فصیحی هروی

مردم از خود سخنِ سفتن چو خندۂ کنی
گشته عزیز از تو دل آن زنده و من رسانم
سالها از گریه‌ام رفت و چو می‌خیزم زجا
عالم ز ما تهی و ز افغانِ ما پرست
خوبان هزار سنگِ جفا بر دلم زدند
دمِ عیسی شد و رسوائیِ اعجاز کشید
رتبۂ حسن بلندست چه حاجت بنقاب
شربتِ وصل کن نسخِ منِ افزون حکیم
در مذهبِ ما هر چه بجز دوست حرام است
غمهای مرده در دلِ ما زنده کرد هجر
ترا چه جرم که حکمِ غرورِ حسن این است
نالهای تو گرفتارِ آن غمزۂ الذی ست
میدرد هر دم گریبانِ فصیحی این زمان
تا سرِ مژگان تماشا دیده بر هم چیده بود
شهید رسم دیاری شوم که بعد از مرگ
فریب سعی فصیحی مخور که کعبۂ وصل
مسکین فصیحی دوش جان میداد و می‌نالید غم
خونش را بر نوکِ مژگانِ ستمکیشان زدم
جان فدای جذبۂ حسنی که هر سو بنگرم
ای روی ترا ترجمه ورد درین مصحف
یک نقطۂ سهو در همه رویِ تو نیست

این نه حرفیست که گوئی و شکر خنده کنی
که دلش باز بازار که خرسند کنی
تلخی از دل با جگر می‌فتد از دامن هنوز
شد عندلیب خاک و چمن از نوا پرست
این شیشۂ شکسته هنوز از وفا پرست
دود آن شمع که در خلوتِ دیرم سوخت
بهرِ منعِ نگهی گر مژۂ کوتاه است
هیچکس را خبری از دلِ بیمار نیست
گر خود همه ذوقِ طلب از دستِ مرا ست
گویا شبِ فراقِ تو روزِ قیامت است
که وعده‌هایِ تو از صد یکی وفا نشود
ورنه این یک مشتِ پر مقصودِ صیاد نبود
سالها دستی که در دامانِ ننگ و نام بود
چون تو رفتی گوئی این بیچاره خوابی دیده بود
طبیب بر سرِ بالینِ خسته می‌آید
بدلنوازیِ پایِ شکسته می‌آید
کاشب چراغِ زندگی یار از بالین میرود
آن قدر زخمیکه دل میخواست در خنجر نبود
موکشان نظاره‌ام را جانبِ خویش آورد
وز خال و خطت یافته تزئین مصحف
گویا بخطِ مصنف است این مصحف

۱۴ بہ

واعذرتا چسان خواهم که هیچ از من نیاید — دور رونقی کاندرین محشر امامان من بود

تا کی از خون تو دلها بر جفا بر دارد — آن قدر جور بیا کن که خدا بر دارد

ملاحت تو گواه است و شور بختی من — که با نمک بسرشتند خاک آدم را

فلک آشنید کام رند در و هنگام میگردد — عکس تو خواب حیات کن که از آن جام میگردد

صد کعبه خلیل گو بنا کن — کفاره یک شکستنی نیست

دیریست که از سینه ام آهی ندمید — زین مزرعه غم خشک گیاهی ندمید

هر چند که بی تو دیده را داده ام آب — زین شوره زمین گل نگاهی ندمید

روز محشر خون برارم بانگ اینک قاتلم — شور برخیزد که تهمت بر مسیحا بسته

پنهان نتوان داشت ز صحبت دوشین — با جنبش مژگان تو در سینه خبر بود

ندیده قطره خون از جگر بر آورده — بدیدن تو دل از دیده سر بر آورده

رام شد با من بصد خون جگر ترسم که باز — دل بیک بیطاقتی برهم زند کار مرا

۱۲۷ ای فدا نیم جان اکنون غم من میخوری — کز غم عشق تو کار من ز غمخواری گذشت

او ز من از بیم بدنامی گریزان وز کسی — زود نی پرسد که این بیچاره بدنام از چه شد

هنوز اول یاری و آشنائی بود — گر طبع سرکش او مائل جدائی بود

از شکوه ام رنج و مرنجیدم دگر — بگذار تا بروی کنم از دل غم دگر

نمیدانم چه بد کردم که بر خود کرده ام لازم — کز من از بزم تو هر بار خشنود برخیزم

بر بست شتاب غیرم گشت و نتوانم که برخیزم — پس از عمری من ندیده روز رضا این

بر هم زنی جلوه گر بیا تو چیست — بگذار مرا تا بتماشای تو میرم

سوی خودم چه خوانی از من چه عار داری — بگذار تا بمیرم با من چه کار داری

نشمار بیهوده مجنون را — تا چو من خانمان خرابی هست

در میکده امروز نه جام و نه شراب است — اینها همه از محتسب خانه خراب است

نصرالله [illegible]
نقیب خان [illegible]
حکیم فغفوری
بابا [illegible]
حکیم فغفوری
[illegible]
مولانا فهمی کاشانی
شیخ ابوالفیض فیضی

همیشه دست لب سخنی چه خنده مغنی … مگر ز دستِ تو کارِ دگر نمی آید

بنالهٔ شهرتِ عشق نیست عندلیبا رنه … قفس که ساخته مرغان درین چمن ستند
دست بر سر زدنِ ما نکند هیچ اثر … هر کجا سیمبر آن دست بگردن گیرد

از جلوهٔ یارام دمی کاین همه خوبی … در حوصلهٔ دیده بیکبار نگنجد

بخواب رفته مبینید چشمِ فتانش … که زیرِ هر مژه دارد نگاهِ پنهانش
تا حتم گر کشته از قتلِ من منکر مشو … خونِ چون منِ بیکسی خود قابلِ انکار نیست
غیر در شادی و ما بر درِ دلهای حزین … روز و شب گرمِ سراغیم که آزار کجاست
نیست ما را چمن غیبستی ای مرغِ سحر … تعزیتخانهٔ مرغانِ گرفتار کجاست
یار مستغنی فلک نامهربان طالع زبون … ای اجل رحمی بحالم کن که وقتِ مردنست
یار بسجه کرده ایم که مفتونِ جانِ ماست … این تیغ زهر داده که نامش تغافلست

ز بحری دارم امیدِ خلاصے … که هر موجش خرابِ ناخدا نیست

کدام سوخته دل اسیر ده اند بجا … ز گردِ بادیه بوی کباب مے آید
ز گرد باد نمایان بطرفِ هامونست … بخاکِ بادیه آلوده روحِ مجنونست
جان رفت و تمنای تو با جان ز دلم رفت … افسوس که غمهای تو آسان ز دلم رفت
سر گیرِش عشق گردم که بمحشرِ محبت … ز کسی گناه پرسد ز کسی گناه دارد
آزرده دل از گرمیِ خوی تو بگردم … میخواری و تخم سوختنم عار نباشد
دیده ام را که غنی بود دلیعهٔ گنجِ گهر … این زمان کار بافشردنِ مژگان افتاد
سرِ پرویز بر بالینِ شیرین کی خبر دارد … که جانی میکَند فرهاد و کوه بیستون بر سر
گردد از غم نصیحت گرِ دیگر محتاج … گر نمایم دلِ خود را بنصیحت گرِ خویش
ای دل بخور زان میِ وصلش مکن شتاب … این نه نهر نیست اگر تابسان فسو برم
آن بلبلم که شده دلم از اضطراب خون … از بسکه سینه سخت بحوب قفس زدم

بوزن [illegible]

۱۴۸

شدم بباغ که تسکین دل دهم دیدم
میان بلبل و گل گرمیی که داغ شدم

وفای وعده همین بس که در دلت گذرد
که آن اسیر ستمکش در انتظار من است

ز شرم وعده خلافی مکن کناره ز من
نیامدن ز تو و ذوق انتظار از من

سر کوی تو نباشد سر کوی دگرے
بهار این بلبل شوریده چمن بسیار است

من دیوانه مجنون را و لیلی بایدم بودن
پریروی که من نازم پریروی دگر دارد

بخاطر نگذرانم آرزوی وصل میترسم
ز بهر کینه ام کاری بدست آن نگار افتد

آبی زده بر آتش او گریه معشوق
خاکستر پر سوخته پروانه به از من

با من بودی منت نمی دانستم
یا من بودی منت نمی دانستم

رفتم چو من از میان ترا دانستم
تا من بودی منت نمی دانستم

بر سر خاری بمجنون ناز دیگر میکند
ناقه لیلی بگرام وز زین صحرا گذشت

نمی خواهم که بوی پیرهن از نزد یار آید
گرفتم دیده روشن کرد بی دیدنش چکار آید

کرا دماغ که از کوی یار برخیزد
نشسته ایم که از ما غبار برخیزد

نظر بزلف و رخ و خال نیست عاشق را
تو واقفی که سر رشته در کجا بند است

در دش سری برخنه این خانه میکشید
ای همنشین شگاف دل دوختی چرا

سند را و معصیتها شد پریشانی مرا
داشت عریانی نگه ز آلوده دامانی مرا

میکنی بدنام ای قاصد چرا خود را
صد جواب از نباره کردن داد مکتوب مرا

جز ترک عشق با تو ستمگار چاره نیست
آخر دل ستان من این سنگ خاره نیست

روی عرق فشان تو کرد اینچنین مرا
تقصیر آفتاب و گناه ستاره نیست

بهیچکس اگر از شرح اشتیاق مانند
نامه من چون زبان لال هرگز وا نشد

در قتل ما نگردد قلمی ز انتظار تو
کوتاهیی که بود ز عمر دراز بود

ستم لطف است گر پای محبت در میان باشد
دل از دست تو زخمی خورد گفتم نوش جان کن

۱۴۹

از تن سرم جدا کن وز من جدا مباش — بی رحم باش جان کسی بی‌وفا مباش
فطرت از نامهربانیهای یارم یافتست — گر دل این بی‌وفا سنگست من دیوانه‌ام
خلاف وعده همراهی ازین تو دیگر تا کیم — چرا امشب نیایی چون نمی آیی تو فردا یم
بقتلم کینه در دل ساده رویی نازنین دارد — نهان چون جوهر آیینه چینی در جبین دارد
خوشست اینکه شود صرف یار جانی ما — وگر برای چکارست زندگانی ما
فقیر را ز سعادت همین قدر کافیست — که منتی بسرش سایهٔ هما نگذاشت
نقد جان در عوض بوسه توان کرد قبول — که خریدار فقیرست توانگر خود نیست
برخاسته از دامن این دشت غباری — ای منتظران گرد ره یار نباشد
عمر گذشت و نیاسود دل از ناله هنوز — کاروان رفت و همان بانگ درا می آید
همچو من بیکس شهیدی هیچ کافر دیده است — صبح محشر هم دمید و خون من خوابیده است ۱۵۰
در دلی نیست که یاد قد موزون تو نیست — آخر این مصرع ما مبتذل آمد بیرون
بی تو مجنون کوه و صحرا بیدماغ افتاده است — خانهٔ چشم چراغان بیچراغ افتاده است
کی سیب آن ذقن بکسی رایگان دهند — سیبی ست آن ذقن که ببوسند و جان دهند
از راه دیده میگذرد یار با دل — مانند برگ گل که بآب روان دهند
رحمی که تاب درد گرفتاریم نماند — دیگر دل دماغ وفاداریم نماند
مردم ز رشک چند ببینم که جام می — لب بر لبش گذارد و قالب تهی کند
بهر نگاه تو صد خون اگر کنم دعوی — زمانه با همه خصمی گواه من باشد
بمجلس تو چو آبی کشیدم از حسرت — بران شدی که نگاهی کنی حیا نگذاشت
مگر از خانه برون بود که شب در کویش — هیچ ذوقم ز نگاهی در و دیوار نبود
باکم از کشته شدن نیست ازان میترسم — که هنوزم نفسی باشد و قاتل برود
کی آن صبر و شکیبی که بآن می نازی — بنمایم بتو چون او دو سه منزل برود

بنا خون کشتگان چون من بسی داری میرم — که گفتا که کسی با من ترا روز قیامت هم — قدسی تبریزی

داغ فرزندی کند فرسوده دیگر اعزیز — تنگ گر گریز از مجنون در بغل صحرا مرا — رسمی تبریزی

خون گشت مرا ز هجر یاران دیده — زین غم شده چون سیل بهاران دیده — بیلان بیگ

گر دست بمن زنند میخیزد اشک — مانند در خنکهای باران دیده — حاجی محمد جان جان

اجزای من چو لاله گر از هم جدا شود — هر جزو از این بداغ دگر مبتلا شود

تا کسی زه چاک پیرهن گل حسد برم — کان هم چرا نصیب گریبان ما نشد — غنی بیگ تبریزی

نمیدانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم — با آن پروانه میمانم که افتد در چراغانی

مانند نگینی که دعائیست بر آن نقش — در خانهٔ ما نیست بجز نام خدا هیچ

نالهام چون بید در طفلی پدر — گفت این بابا فغانی میشود — شبلی یزدی

نام رقیب بر لب جانان من گذشت — واقف نشد کسی که چه بر جان من گذشت — شناسای تبریزی

تشنه در زندگی چون از توقع خار خار من — چه حاصل بعد مرگم گر بگل گیری مزار من — 151

ز خضر عمر فزون ست عشقبازان را — اگر ز عمر شمارند روز هجران را — کمال اسمعیل

باز دامان خود آن سرو بالا زده است — کس بدامانش بگرد دست تمنا زده است

چون باد خواهم از سر این خاکدان گذشت — این کهنه دوستیست که نتوان از آن گذشت

پری رخی بشکر خنده قتل مردم کرد — چو گفتمش که مرا هم بکش تبسم کرد

بود همیشه جان من بسم تو بیگنه کشتی — نه هیچ نمیکشی مرا من چه گناه کرده ام

دلهای برشته شده فرش حرم او — ای اشک روان شو که نسوزد قدم او

تنم خاک رهی سر زیر پایی — غریبا فتاده بهر عضوم بجایی — کیفی

ما را نبود دلی که کار آید ازو — جز ناله که دردمی هزار آید ازو

چندان گریم که کوچه گل گردد — نی رویدو نالهای زار آید ازو

موسی ام و راضی بتجلی نشوم — مجنونم و خوش بوصل لیلی نشوم — بابی

آزرده چنانم که اگر بهر جهان
گردد بمراد من تسلی نشوم

خوش آن آمدن که چون می دم از جور رقیب بنالیم
بنوعی منفعل بودی که سوالا نمیکردی

چون مراد دشمنِ خود میشمری نیکو نیست
گر کسی این بهره غافل شود از دشمنِ خویش

لاله داغست از فغانِ بلبل و گل بی خبر
آشنا رحمی نکرد اما دلِ بیگانه سوخت

از همان بزم که جز من دگری راه نداشت
بایدم رفت که بهرِ دگران جا باشد

همتم هست سیه بختم اگر کوتاه است
پشتِ پایم رسد ار دست بدستار رسد

روزیکه سرِ کوی توام منزل بود
صحرا صحرا از آبِ چشمم گل بود

اکنون همه مغزِ استخوان میگریم
خونابهٔ اولین که دیدی دل بود

یکنفس فرصت و صد حرف بگره در خاطر
وای گر گریه نیاید بمددگاری دل

آنچه من دیدم ز دشمن هم جدائی مشکلست
میخلد در دل گر از پا خار بیرون میکنیم

نیست از چاهِ زنخدان تهی قسمتِ ما
غیرِ آبی که ز حسرت بدهان میگردد

یک نالهٔ مستانه ز جائی نشنیدیم
ویران شود آن شهر که میخانه ندارد

باکم ز ننگ نیست که مستم گرفته اند
داغم ازین که شیشه ز دستم گرفته اند

هرچند سیر کردم جامی چو دل ندیدم
با یکجهان کدورت باز این خرابه جاست

پای بر دیده هنوز از مژه ام باک مدار
زانکه دریا نرود خاک چو نمناک شود

بویِ تو با نسیمِ بهار آشنا نشد
گلها شگفت بندِ قبای تو وا نشد

هر کس ز محفلِ تو نصیبی برد بقدر
من نیز بی نصیب نیم رشک میبرم

سرِ دیوانگی سلامت باد
رازِ ما را چه پرده پوشی کرد

چون شمع شکوه گرامی ز غیر نیست مرا
هر آنچه دیده ام از چشمِ خویشتن دیدم

وقتِ کشتن دامنِ قاتل بدست آمد مرا
آخرِ عمر آرزوی دل بدست آمد مرا

بیدادگری پنجه فرو برد بخونم
نگرفته حریفی رگِ جانم که توان گفت

کمالی بنابی
کمالی بروجردی
بوطالب کلیم
اسمعیل
کلیم
میرزا ناظم
۱۵۳
محمد کاظم [illegible]
سلطان علی تبریزی
حکیم [illegible]
کاشی [illegible]
حسن بیگ [illegible]
[illegible] قزوینی
شیخ [illegible]
میرزا [illegible]
[illegible]

توتیا اند سر فریاد ز بیمهری چرخ — همچنان سنگ ملامت بسرش میبارد

آن روز خورش کجاست کز جرم عاشقی — جلاد دوست و شحنه میانم گرفته بود

لطف علی
دیشب ز سر صدق و صفای دل من — در میکده آن روح فزای دل من

جامی بمن آورد که بستان و بنوش — گفتم نخورم گفت برای دل من

رسائی / رسائی کاشی
خوشا مصیبت یعقوب ای پس حیران — که چشم دارم و سامان یک نظاره ندارم

لطف شیرازی
خوبان نکشند از کف ما طرهٔ پر خم — تا سلسلهٔ ما و شما نگسلد از هم

شادی بدر دل ز درون ره نداد — کاین خلوت عشق است کسی بار ندارد

باقی شیرازی
کسی که پیش تو میرد چرا غمش باشد — که چون تو سرو قدی نخل ماتمش باشد

١٥٣
در آتش غم جز مژه اشک فشانم — کس قطرهٔ آبی نچکاند بدهانم

بمن هر زبان تیغ کین مینماید — مرا میکشد اینچنین مینماید

طالب آملی
هر زمان گردی ز کوی دوست بر سر میکند — تا کدام افتاده آنجا خاک بر سر میکند

گفتمش سالها بخاک درت — سوده ام روی خویش گفت چه سود

مسعود ...
بدخو مکن از رنجش و دشنام کسان را — این تحفه تعلق بدعا گوی تو دارد

از صد سخن نگفته یکی گوش میکنی — آن هم نگفته ام که فراموش میکنی

محوی ... / میرزا ...
بجز آنکه جان گدازی تو نیست هیچ سودم — بردار غم از دل من که ترا هم آزمودم

بر از خونناب حسرت شد دو چشم اشکبار من — یکی بر روز من گرید یکی بر روزگار من

دم آخر است دشمن بنشین گذار یکدم — که بصد هزار حسرت بتو میگذارم او را

میرزا ...
سازد خموش تا من حسرت فزوده را — گوید شنوده ام سخن ناشنوده را

گو فریب وعدهٔ این جاهلان امروز را — تا بشغل انتظارش بگذرانم روز را

تو با رقیبی و میلم تغافلی دارد — تغافلیکه کم از صد نگاه حسرت نیست

از آنها کم بهر دم اظهار پشیمانی کند — این سخن تا بهر تسکین دل ناشاد نیست

بسیار بیلاحظه در حیف اگر / دانسته که از تو دل را گزیر نیست

میرم از شوق و بسوی تو نیایم که مباد / بیخودیهای دلم پیش تو شرمنده کند

بخت اگر در خواب یکدم همدم یارم کند / دل طپید از ذوق چندانکه بیدارم کند

قیاس شک ازین کن که نیم کشته هجر / ز بزم وصل تو بی اختیار برخیزد

در خواب ندیده بود میلی / آسوده دلی که در لحد دید

خوبان هر آزمودن ما صد جفا کنند / با ما باعتماد وفا تا جفا کنند

دانسته که عشق تو با جان نمیرود / کز خاک تشنگان گذری سرگران هنوز

تو درد دلی تمام میلی / کس با چو تویی چرا نشیند

بیرحمیت اجازت یک مردمی نداد / هر چند یافتی که دل آزرده میروم

پس از عمری که بنشینم بعید تقریب در پیش / سوال از مدعای من کند تا زود برخیزم

ظاهر نکرده ام تو دل آستگی هنوز / چون بر خود اعتماد تمامی نداشتم

ترسم ز بیوفائی خود منفعل شوی / گر از امیدواری خویشت خبر کنم

میروم از سر کوی تو ولی در هر گام / روی حسرت بقفا میکنم و میگریم

نباشد چاره در آرزو ریش غیر جان دادن / که باشد عیب پیش غمزه‌اش سر امان دادن

اگر ناخوانده می آیم بزم ست مدار از من / تو هم وابسته باشی از کمال اضطراب است این

میل داری که بمیرند جهانی بهوس / از وفا نیست که بر تربت ما میگذری

افگنده ام ترا بزبانها و خوش دلم / کز شرم آن نگاه بمردم نمیکنی

هانا در میان ما غیر حرف قتل من دارد / که سویم گوشه چشمی در اثنای سخن داری

رفتن ناقه گهی جانب مجنون نکوست / که تحریک نشیننده محمل باشد

بجرمی کاش پیشش متهم گردم که هر ساعت / بدست و پایش افتم بهر در خواه گناه خود

چو غافل از اجل صیدی سوی صیاد می آید / نخستین رفتن خویشم با آن کو یاد می آید

زرفتن تو من از عیش بی‌نصیب شدم
خوش آن ساعت که خلدن مش پیکان آسیمه میان مجم
بمن چندان گناه از بدگمانی میکند نسبت
خواهم زبان شعلهٔ داغی به کهد برد
چرا بیهوده شادی در دل من جا نمیسازد
ز صد شکر ندیدم آن خرابی کز غمش دیدم
مریض عشق را نازم که از بهر علاج او
فغان از بیستون بر ماتم فرهاد می آید
بسیار ز حد میگذرد گرمی مجلس
زین رخنه گاه گاه برون میشدی غمی
آن قدر خاک که باید بسر از دست تو کرد
کس نمیداند که خواهد در کجا مردن ولی
هنوز از خاک کوی او غباری در کفن دارم
نه هر جا بگذرد تابوت من فریاد برخیزد
بی دوست یکدو روز صبوری کنم کز فراق
گر فلک یک صبح در دام من گران باشد سرش
من هم گدایم و دو جهان را اگر بمن
بکام دل ندیدم یک نفس در مدت عمرش
ز کویش میگذشتم خار در پایم شکست آنجا
در غمت رشتهٔ عمری که بکف بود مرا
ترک خونریزی که باشد قتل مردم کیش او

سفر تو کردی و من در وطن غریب شدم
تو باشی بر سر بالین من گریان و من میرم
که من هم در گمان افتاده پندارم گنهگارم
این هم دل من نیست که با من نگذارند
همین دم سیل غم می آید و ویرانه میسازد
الهی کاروان عشق جائی بار بگشاید
مسیح ار بر سر بالین بیمار می آید
زبیداد جدائی سنگ در فریاد می آید
دل سوخته در پس دیوار نباشد
ای همنشین شگاف دلم دوختی چرا
چکنم آه که در دامن این صحرا نیست
بنده میدانم که خواهم در ته پای تو مرد
بهشت آن به که بر من جا بجا بسیار تنگ گردد
که آه این مرد و سنگین میرود سخت آزرده دل
چو آن شاخ نو بریده ندارم خبر هنوز
شام بیرون میروم چون آفتاب از کشورش
بخشد خدای من بگدایی و گر دهم
کنون چشمی که دارم بر نگاه واپسین دارم
بحمدالله که تقریبی شد از بهر نشست آنجا
صرف در دوختن چاک گریبان شده است
پیش پا افتاده مضمون نیست سر در پیش او

۱۵۵

ز بندگی فارغ

باکم از آشوب محشر نیست می ترسم که باز
همچو شمع کشته باید زندگی از سر گرفت

چون نسیم غنچه زخم دلم بخیه گیر نیست
برگ گل ست سینهٔ عاشق حریر نیست

آن طائرم که همچو ضعیفم که درین باب
امید نگه داشتن از هیچ کسم نیست

خزان رسید و کسی آشنای من نشد
بهار همچو غریبان ازین دیار گذشت

گیرم که ز قید قفس آزاد کنندم
کو قوت پایی که توانم بچمن رفت

درین بهار علاج جنون من نکنید
که وقت سیر گلستان نه وقت زنجیر ست

یارب آن کس که دم تیغ ترا آبی داد
ز رحمت تشنگی روز قیامت نکشد

میا از خانه بیرون گو جهان بیت الحزن باشد
نمیخواهم ترا بیند کسی گو چشم من باشد

۱۵۶

سپهر از جان بیچارگان یارب چه میخواهد
که هر روز آفتابی بر سر دیوار می آرد

حسن سعی عشق را نازم که از کنعان مصر
میشود خوابی و بر عاشق شبیخون میزند

مرا بوقت گل از باغ در قفس کردند
بگلشنم مفرستید تا بهار شود

آنکه در چشم تو جا داشت بوصلت نرسید
عاشق از نظر افتاده ندانم که چه کرد

ز شوق سیر گلزار آن قدر فرصت نمییابم
که در پای گلی بنشینم و خاری بدر آرم

زباندان نگاهم گفتگوی ناز میدانم
بیک جنبیدن مژگان بفکر صد ادا افتم

دلم در دام مرغان قیامت الفتی دارد
از آن یارم می ترسم که تنها در قفس باشم

منم آن مرغ گرفتار که در صحن چمن
اگر آزاد کنندم بقفس می آیم

اقبال حسن کار تو از پیش میبرد
ورنه صلاح کار ندانسته که چیست

بگوش پنبه نهم از صدای خندهٔ گل
در باغ نالهٔ بلبل درین بهار کجاست

برهمین زمین

زاهد بگو مرا ترا چه مانت ناسد
بیگانه ترا چو آشنا نشناسد

گفتی که گنه مکن بنه پیش زمین
این را کسی نگو که ترا نشناسد

بیت

چیزیکه خاطری بشگفاند جهان نداشت
می زان حرام شد که دلی شاد میکند

۱۴۰۹ ای گل آن زر که تو داری اگر از من باشد | میدهم گر ز قفسی بلبلی آزاد کنم

چیست مانع بهر قلم تیغ بیداد ترا | از تو شیرین تر که خواهد گشت فرهاد ترا

طی شد بهار عمر و غم دیرساله ماند | چون داغ لاله درد و غمم در پیاله ماند

ما را دماغ گلشن و باغی نمانده است | ای بوی گل برو که دماغی نمانده است

صد ستم دیدی ولیک بجا ز سر کن شکوه | نیستی شرمندهٔ لطفی زبانت لال نیست

نام شاعر

غرض این بود که از ذوق بمیرم ورنه | این ستمدیده سزاوار پیام تو نبود

ازین بوعدهٔ وصلم امیدوار کند | کانچه هجر نکرد ست انتظار کند

ندارم قوت رفتن دران کوچه آتم که | گر گوید ناتوانی داشتم او را چه پیش آید

سوی چشم او شد وقت گشتن عذرخواه من | گر بچرمی بخون غلطید از رشک آن نگاه من

۱۵۷ هرزه گرد باغ چون بلبل نیم پروانه ام | میتوانم گرد پروانه که بس باشد مرا

بخاک من نظر می افکند آن سرو خرامان را | ز گرد سرمه بالا میزند دامان مژگان را

امروز صبا گرد ره یار ندارد | گویا که بران راهگذر چشم تری هست

مسلی شد که دل از غیر تو پرداخته ام | گر قدم رنجه کنی گوشهٔ تنهائی هست

با جرأت من چو صبا بیدردی کرد | گلزار شکیب وی در زردی کرد

بر قلب جدائی زده بودم خود را | دل بیجگری و صبر نامردی کرد

در آتش غم سوختم و یار ندانست | حاشا که محبت اثری داشته باشد

چنانچه سایه شود محو در میان دو شمع | ز جا روم چو آئینه روبرو گردد

آن قدر صبح وصال تو نگردیده سفید | که کسی پنبهٔ داغ شب هجران سازد

طفلست کار بر دل ما تنگ میکند | خود حرف صلح گوید و خود جنگ میکند

در سینه دلم گم شده تهمت بکه بندم | غیر از تو درین خانه کسی راه ندارد

من کیم کز ستم همچو توی داد کنم | که کند حرف مرا گوش که فریاد کنم

فریاد

گویدم رو بخانه کز من چه آمدن
سوخت جانم حسد خار سر دیوار

تا سر چمن بهانه نیابم بکوی او
هم بصحرااش سر چمن گلستان نظر

تن چیست غم و درد و بلا را هدفی
القصه بقصد جان من بسته صفی

خوی بد ما باعث آسودگی ماست
بخود از زمزمهٔ مرغ گرفتار شدم

بر رویم از قفس و رفیقی توان کشود
بعد ازین بیگانگی باشد بخوبان چاره ام

حسرت یکدم آبی دگر از تیغ تو داشت
در خمارم روز و شب با آنکه صهبا میکشم

آن را که زور بازوی کسب هنر بود
عیش یار بهم زن سنگ محتسب میشود

کرد بیجا دلم از طرهٔ جانانه جدا
برق در جان هوا داری فانوس افتد

نظر بنامهٔ این خاکسار نیست ترا

زمانه حالت بیماری اجل دارد
دلم فشردهٔ آن پنجهٔ نگارین ست

بیگانه وار میگذری از سواد چشم
در گشاد گره خلق مکن کوتاهی

ز دست برد دلم را صفای ساعد او
بآن منت پی قتل من آن مغرور می آید

دل چیست درون سینه سوزی و تفی
مرگ از طرفی و زندگی از طرفی

زنجیر در خانهٔ دیوانه جنون ست
دیگری یار تو میگردد و من از کار شدم

من هم ز آشیان بامیدی پریده ام
آشنائی می شود سد ره نظاره ام

بر لب تشنهٔ هر زخم که انگشت زدم
خشک لب چون ساحلم هر چند دریا میکشم

دست بر آبلهٔ صدف پر گهر بود
شیشه تا چون عنب گر بشکند می میشود

دست مشاطه الهی بشود از شانه جدا
تا کجا شمع جدا سوزد و پروانه جدا

دماغ خواندن خط غبار نیست مرا

کدام روز که بدتر ز روز اول نیست
مخنثی که بدل ناخنی زند این ست

ای نور دیده حب وطن ز دل تو نیست
همچو ناخن اگر از دست تو بر می آید

گواه عاشق صادق در آستین باشد
که پنداری طبیبی بر سر رنجور می آید

باقی

۱۵۸

من چون قلم سخن بزبان دگر کنم
این خواری که بر سر کوی تو میکشم

چون کار من بحرف رسد گریه سر کنم
هرگز نشد که نقش بجای دگر کنم

ز دل نگیرم منفعل از غم او
بیا نتوان بکوی او رسیدن

که مهمان عزیز است نمی جا بدلم
چو اشک دیده میباید دویدن

شنیدم گفته کز جان ما مخلص چه میخواهد
گر شکر عشق و گاه شکایت شنیده ام
آن مه که زبیطاقتی من گله دارد
بجرم عشق توام میکشند غوغائیست

بقربانت روم این حرف باید از تو بشنیدن
این قصه را بچند روایت شنیده ام
گو آینه بر گیر و جواب گله بشنو
تو تیر بر سر بام آ که خوش تماشائیست

امید که هرگز بدل خوش ننشیند
چون شهره یافته ام لذت تنهائی را

آنکس که ترا گفته که با ما ننشینی
خانه باید هم از سنگ که بیدر باشد

ما نمیدانیم گویا از گرفتاران کیست
بی جام باده سیر گلستان تمام نیست

دعوی آزادی سرو چمن را بنده ایم
دستی که بی پیاله بود شاخ بی گل است

تا گشته است گوشه میخانه منزلم
معمار خود مشو که کنی خانها خراب
بدتر از نان گدائی زبر ره تابان
در گریه نالها که بکوی تو میکشم
گریه دیگر چه میتواند کرد
گلشن اگرچه صیقل آیینه دلست
آنکه با وصل هم نمی سازد
بلبل الفغان من تمکینی عمر خود را

آبی نمیخورد دگر از هیچ جا دلم
ویرانه باش از تو بنای شود بلند
هر که یکبار گرفت دگر میگیرد
فریاد میکنم که مرا آب می برد
ناله خود کار گریه نه آرد
اما بگرد دامن صحرا نمی رسد
دل بی صبر و بی قرار منست
هر کس بجا بی که توانست جا گرفت

در جهان از اصل کار ما کسی آگاه نیست
این مرقع را اگر تصویر عنقا ئیم ما

میرزا منصور ... سلطان ... ملک ...

۱۵۹

محمد تقی ...

میرزا قلی سلطان
میر معصوم ...
محمد ... نظام ...

محمد رضا ...
... جانم میرزا ...

حسن در قید تماشای تو افگند مرا
گرد در خانهٔ آیینه نظربند مرا

روز دل تنگم بی نظارهٔ گل شب خراب
کار هر کس نیست جا دادن تا جوش گل بفرق

خانهٔ دیوار سازان حسن یارب خراب
بعد ازین ای تیشه بر سر سنگ زن فرهاد رفت

مخلص آن مست خرابست دگر
میفروشند بدو عالم نگهی

بریده بر خون که بر دو تشنه است
چشم بد دور هنوز ارزانست

[illegible]

بی تو یوسف مسکین یعقوب تماشا نیست
تازه از شهری بغارت رفته دل میبرم

از سر نو باز بر دل عشق زور آورده است
نباید غافل از احوال مخلص بود یاران را

بمیان شهله زد آن ترک شکار افگن ما
بند و بست سرحد کنعان لیخا لازم است

بدست غیر چون دامان او نظاره کنم
از ان هر لحظه در بر میکشم سرو گلستان را

قیامت بر سرم آورده از شیون تو ای گل

کاش بخت و طالع رنگ حنا بودی مرا
بهر من دارالامان بهتر نه از زندان بود

نشستم عاقبت چون آفتاب از بزه گردها
اگر این بار در گیرم چمن با من دلش میباشد

نگیرد باطن اهل صفا زنگ از نظربازی
بجای سنگ طفلان بارها تیشه بامدزد

چشم بر چشم چرا افتاد گرفتار بیاست

همچو کنعان شهر مصری خراب افتاده است
تاجری در دم متاع گریه ام در بار نیست

هر کس هنگامه سازی را بشور آورده است
که چون بفصل گل آید این جوان دیوانه میگردد

نشانه تحفه پی موی کمر پیدا کرد
کاروان بوی مصر آنجا بیغما میبرد

بغیر ازین که گریبان درم چه چاره کنم
که این رعنا جوان بسیار میماند بیار من

تو خواهی بعد ازین در باغ بودن با من ای گل

تا بکام دل ترا یا تو جا بودی مرا
داغ مجنون تازه شد از دیدن صحرا مرا

سیه کردیم از یک چشم تو بخت روی دنیا را
بگل خواهم گرفت ای بلبلان هرجا شنیدی را

تصرف نیست هرگز در دل آیینه صورت را
چو مظهر میرزا دیوانهٔ نازک طبیعت را

حلقه بر حلقه چرا افزود گر زنجیر نیست

۱۶۰

میرزا مظهر جانجانان

چون عکس ز دیدار توام زنده جز ار

جان داده اند بسکه غریبان درین دیار
عشق میگفت بدم رخصت یوسف ندهد
تا جبین جنس در او از راه دور آورده است
درد محرومی اثر دارد که مرگ کوهکن
کی بمعشوقی سر آن شوخ می آید فرود
هزار عمر فدای دمی که من از شوق
مکن باین خنگی ای رقیب دعوی عشق
خدا نکرده برهمن زیبت کند فریاد
آفتابی رفت از اغوشتم ازین غم چون هلال
اگرچه بر دل و جانم جدائیت ستمست
حیف دردی که بخون ننگ بها و ابر ده است
برنگ غنچه گر اندک نسیمی باز میگردد
باین ضعف از انشاد تنهایی اگر تو در شورم
نقش منظر جز ز کویت گذرد چشم میوش
دیبایی را که تقدیر شرح آب زندگی شکسته
هیچکس بر جام زیبایان قتل من تا بحد نگردد
گرگشتست بار ازین مرگ با من سرگران دارد
داغم ز رنگ فرصتی دل که چون شنید سینه
شب ندانم که بفرقم سر پای زده است
جز تو بر دیده ما کس نگذارد قدمی

زو تا فتی و کار من از دست تمامست

یک سنگ سیاه نیست که لوح مزار نیست
خبرش نیست که در مصر زلیخای هست
انبرای داغ دل آتش ز طور آورده است
تا پشیمانی چو شیرین را بشور آورده است
بر سر نازش نیاز ما بزور آورده است
بخاک و خون طپیم و گویی از برای منست
کاین تیبیست که مخصوص استخوان منست
تو دانی که چه از ناله های منست
آنقدر کاهیده ام کز من کناری مانده است
١٦١ بمرگ من تو اگر شاد میشوی چه غمست
بهر جایی نتوان ناز مسیحا بر داشت
اگر حرفی بپرسد باز دل [illegible] بر دن آید
که تا ساز نده را ناخن بجنبد تار می ناله
آخر این مرده همانست که بیمار تو بود
برابر میکنی با غنچه کو بوی دهن دارد
گرچه خوردم چون سحاب سرخ دامنگیر بود
ترا بر نعش من چون [illegible] گفت این دو جهان
عمر کش برای ناله دیگر وفا نکرد
که گل زخم سرم بوی حنا می آید
شهره دارد که درین خانه پری هیا شد

گفتم روم ز کویش گردید ضعف مانع
نو بهار آمد مرا زنجیر در گلشن کنید
بر ار تیغ گر گذشته تو همچو منی ست
می طپید چند آنکه میسازد ز عشقم بید باغ
آنچه من دریافتم هنگامه برپا میشود
انبساط غنچه مخفی نیست گر فیض صباست
نی همین تنها ز ماتم کامرانی میکند
بسکه این نازک نهالان ناتوانم کرده اند
گرد رنگین تر خط سبز قرو رخسار ترا
نیست خاک یکسان منت کش شمع چراغ
وفای بیحیا هم آرزو دارد جفا کاری
چشم هرگاه که بر روی تو وا میگردد
ز صد جا چاک سازد جامه را اندامش از نرمی
تو ای صبح قیامت جامه بیهوشی و میترسم
صدای لعل گلگون تو اگر بشنود مظهر
کجا صفهای مژگان را درون دیده جا باشد
نه چون دودست ما من جز بچشم پا بی نگذاری
سر پای گران امن برآید در خرامیدن
مرا بیگانگی از خلق با حق آشنا کرده
ز بس تاراج کردی ملک دل او بر نمی آید
دل او را به رحم آورد آخر ناله زارم

لغزیده بود پایم پای عصای من شد
دوستان امسال آن بر رم بطور من کنید
چه ممکن ست که در حشر داد خواه شود
دل بهشت اهد از من جهنم میکند
گر خطا این ست می بینی که خونها میشود
دل بجز دمسازی احباب کی وا میشود
درد هم از پهلوی ما زندگانی میکند
بر تن زارم سبکروحی گرانی میکند
گلشن تصویر را مو باغبانی میکند
خار بر گور غریبان گل فشانی میکند
گر چون رحم خدا بر حمی او متصل باشد
دست دریا دم از دست دعا میگردد
چو آن صهبای پر زوری که در مینا نمی گنجد
خدا حافظ کتابی را که بابش آتش باشد
جهد بیرون اگر در قید آهن چون شرر باشد
تهی از بوریا هم خانه اهل صفا باشد
سرت گردم همان بهتر که دشمن زیر پا باشد
هزاران فتنه خوابیده را بیدار میسازد
بکس
بطبع من مکس کم ساختن بسیار میباید
کز این ویرانه گاهی بعد ازین معمور میگردد
بلی اعجاز عشق ست اینکه زاری زور میگردد

۱۶۲

نرگس از تربت من بسته دخوبان گویند / خاک گردیده و چشمش نگرانست هنوز

بهر اندک وصل هجر دائمی کرد اختیار / داغ دارد نا قباحت فهمی پروانه ام

گرفتار حیات از بهر آن زلف گره گیرم / بموئی بسته است این زندگانی هیچو تصویرم

از دوا هرگز نخواهد رفت آزار دلم / دلبری باشد علاج من که بیمار دلم

بی من در چمن امسال یاران خوش نشینید / بوی گل تند است میترسم بشور آید دلم

صفای جامه اش مشاطه حسن دگر باشد / گر چین دامن او شانه موی کمر باشد

وسعت مشرب بجه دنیای فانی ام بوده است / چون فلک در گردش ساغر جهانی یافتم

دل چشم ترا مایل بخون انستم دیدم / باینها خون خود را دیده و دانسته بخشیدم

باندازی سراپای نوردی برچشم زار من / کر با صد یاس با چندین امید افتاد کار من

از نقش پای یار چمن شد غبار من / آخر بگل گرفت محبت مزار من

۱۶۳ حرفی نساخت نامه برم از زبان یار / ترشش نباید از دل امیدوار من

میتوان بست آنچنین نقش تو با تصویر من / تیغ در دستی و در دست دگر زنجیر من

یاد آن ذوق که مظهر بدم تیغ کشتی / سینه میسودی و تسکین جگر میکردی

یقینم شد که از سوز درون من خبر داری / که با بر سینه ام چون میگذاری زود بر داری

اگر بکیدم از و غافل شوم خواهد برید از من / گر خواهم را چو محمل نیست غیر از قطع تعبیری

سر آن غرور گردم گر کنی چو لطف با من / سر بازنی و پرسی که بگو چه حال داری

چو نگاه حسرتم دید بزبان تیغ ابرو / من خون گرفته را گفت که چه در خیال داری

خوشا روزیکه از انداز و ناز خود خبر گیری / نهی بر سینه ام پای درستی بر کمر داری

چو من خود همسری پیدا کنی یا رب بگیسو (بگیسوی) / کند جا در دل تنگ تو چون زنجیر موی

دردا گفتم تغافل کرد یاری را ببین / گریه کردم خنده زد بی اعتباری را ببین

دمی بو [illegible] واد و شب [illegible] / سیدی را نگر امیدواری را ببین

[illegible]

صبر کردم سر کشید و شور سر کردم رسید — شکوه کردم رنجه شد ناسازگاری را ببین

از تو نتواند بریدن کس بآسانی مرا — گر نمیداند کسم آخر تو میدانی مرا

[illegible] گیلانی

از امیدی بر قیبان ور امیدی از ما — ما چه گفتیم و چه کردیم و چه دیدی از ما

تا کی ای دل نگر در درد بیدوای من تنی — از برای خود چه کردی کز برای من تنی

بتجواریم ز بحر در مرگ میزند — این نیست آن شبی که با فسانه بگذرد

قدر وفای من چو نداند گذاشتم — چندان جفا کند که خود از خود خجل شود

دلی دارم خراب از التفات چشم بیمار — همه از جور می ترسند و من از لطف بسیار

یاران همه بر خون که مبادا رود از بزم — جمعی بسر ره که کی از انجمن آئی

ادهم گیلانی

بیمار عشق را ز مداوا چه فایده — دار دلب تو فایده اما چه فایده

نسبتی مشهدی

میرفت و عالمی نگرانش ز بیکسی — رشکم بدل فزود که تاب نظر نداشت ۱۶۴

[illegible]

من میمیرم آه و عدهٔ فردا چه میکنی — فردای ناتوان تو فردای دیگرست

نطقی [illegible]

چه لازم است که بدنام قتل من باشی — زمانه و سپهری و روزگاری هست

پس از گل گر رود بلبل بگلشن جای آن دارد — بان چشمی که گل دیدست تواند خزان دیدن (آن دارد)

نظام [illegible]

بتنگی تا رسد آن نامهٔ یار از تغافل بردن — که پنداری کشد از سینه خود استخوانی را

نهاد بر لب من دست بهر خاموشی — دگر بروی خود آن دست از حیا نگذاشت

نی ز بهر آمدن پرسی ره ویرانه ام — بهر آن پرسی که دیگر باز از آن ره نگذری

بسکه پیکان ترا جذب کند عضو بعضو — تیر بر دل زدی و از همه جا خون آمد

من نمیگویم نصیب مدعی هجران شود — آنچه با ما در دلش باشد نصیبش آن شود

غباری گر نشیند از ره آن نازنین بر من — برو باد صبا امشب نمی بینی بر من

یاسی

گر درد کند پای تو ای حور نژاد — از درد دوان که بگرفت درد مباد

این درد من است بر منش رحم آمد — از بهر شفاعتم بپای تو فتاد

کردم ز شکوه منع دل زار خویش را — انداختم بروز جزا کار خویش را
جرم من ست پیش تو گر قدر من کم ست — خود کرده ام پسند خریدار خویش را
شرم می آید ز قاصد طفل محبوب مرا — بر سر راهش ببیند از پی مکتوب مرا
بی سبب گردیدی آزارم خجل از من مباش — کرده ام خاطر نشان خویش صد تقصیر را
همین بس شاهد بی اختیاری های مشتاقان — که عذر از جانب یوسف بود جرم زلیخا را
دعا کنید بوقت شهادتم او را — که این دمی ست که درهای آسمان باز ست
ز فرق تا قدمش هر کجا که می نگرم — کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست
نیست لذت ز نظربازی بزمیکه درو — خندهٔ زیر لب و گریهٔ پنهانی نیست
شکر کز غم مردم و بهشت نگشتم شرمسار — حال دل هر چند میگفتم دلت باور نداشت
165 خون ترا چه قدر نظیری خموش باش — این بس که دعوی از طرف قاتل تو نیست
باییم به پیش از سر این کو نمیرود — یاران خبر دهید که این جلوه گاه کیست
یا باز عذر رست و نظیری بخود اسیر — بیچاره دل که هیچکسش چاره ساز نیست
زبان طعنهٔ ناکوته از بریدن نیست — علاج شکوهٔ ما را بجز شنیدن نیست
رسوا شدم دگر نه تو صد بار در دلم — رفتی و آمدی و کسی را خبر نشد
قاصد جگرم سوخت چه پیغام و چه نامه — دل برد همان خوش که با میدخبر بود
ببیند چو کسی سوی تو گیرم سر راهش — تا ذوق تماشای تو فهمد ز نگاهش
چنان کز درد مرده ابل ماتم را عزایی — فغان از بلبلان برخاست چون از گلشن برون رفتم
ناظم زبان بکش اگر بندهٔ تو شد — خود را فروختن به تو یوسف خریدن ست
جای ما خوب ست جهان اهل جهان خوب نیند — آه ازین خانهٔ آباد که پر ویران ست
هر طرف عالمی دو ناله میکند — درمانده روزگار بحال که وا رسد
در خانقاه وحدت ذکر مخالف ست — چون تار سبحه یکحرف از صد دهن بر آید

دل به نزدیکی خلقم نکشد کاش مرا
خانه دور تر از خانهٔ عنقا بخشند

مرا شرمنده دارد مهربانیهای صیادی
که از دامش اگر صد بار بگریزم دگر گیرد

اقبال به بینید که آن دشمن جانها
نیکی نکند با کس و بدخواه ندارد

شوخی که رود فتنه بفرمان نگاهش
بیباکی من بین که گرفتم سر راهش

برد ما را هوس خام زره در پی رسی
راه گم گشت به نزدیکی منزل ما را

رسی از کوچه شمعیست تا کوی فنا روشن
که قطع آن ره از بال و پر پروانه می آید

شد بسته از زبان تو گفت و شنید من
طالع نگر که قفل بر آمد کلید من

ز بس که حسن فزود و غمش گداخت مرا
نه من شناختم او را نه او شناخت مرا

صدای سنگ که بر شیشه میخورد گوید
خبر بگیر که آواز شیشه و جگر ست

سخت می ترسم که من بسیار میخواهم ترا
آرزو خوبست لیکن اینقدر ها خوب نیست

ساقی و ماهتاب باقیست
ما را بتو صد حساب باقیست

یار را از چشم مردم پاسبانی لازم ست
هر کجا عشق ست آنجا بدگمانی لازم ست

شب هجرت شب دیگر گون ست
یک شب هجر و صد شب خون ست

آن قدر جور کن که گر جائی
گفته آید کس اعتبار کند

زلف ست و چشم و ابرو و رخسار نسبتی
این چند فتنه اند که در یک زمانه اند

بعد مرگم این قدر دانم که خواهی گفت حیف
تا کنم با او وفا عمرش وفاداری نکرد

جدا ز ما دل ما را بزیر خاک کنید
با این ستم که مرده در یکجا نتوان خفت

دل هر دی و ما ناله بکنیدیم و ز هر سو
فریاد بر آمد که کسے دل ز کسی برد

باور نمی شود که گهی این دل خراب
معمور بوده است که ویرانه کرده اند

دلی که نقش وردی گفته باشد
غمی گر گفته باشد گفته باشد

من وفا و جفا کند با ما
مردم بنبیند و کار را نگرید

[illegible]

[illegible]

۱۶۶

ما داده ایم دل را از ما اگر بپرسے … جان دادن است آسان دل دادن است مشکل

دلبر و دل نگین و غنچه و خوش نوازند و مست … بشنو ای شوخ که من جمله ترا میگویم

نی ترا من شمع نی سرو و چمن فهمیده ام … کس نفهمیدست آن چیزی که من فهمیده ام

هرچند گروه بیگناهیم … ما کشتنیان آن نگاهیم

یارب سر کوچه که باشد … این راه که دیر میشود طی

تو خود بگوی دگر دامن که گیرم … مرا که چاک ز دست تو در گریبانست

بوعدهٔ تو دل خسته شاد نتوان کرد … که بر تو هم کسے اعتماد نتوان کرد

خانهٔ سینه که طرح ازل انداخته اند … روزن دیده پی رفتن دل ساخته اند

ز هجرم بر لب آمد جان بوصلم میدهی وعده … کسی را وعده ده کو را امید زیستن باشد

کس را نبینیم روز غم جز سایه در پهلوی خود … آن هم چو بینیم سوی او گرداند از من روی خود

می تراشی خط مشکین باز روی همچو ماه … ملک خوبی را نبرد تیغ میداری نگاه

۱۶۷

کی راز دل خود بتو گفتم که پس از من … چون مدعیان باد در و دیوار بگفتن

امشب بتمنای مه روی تو تا روز … چشمم چو در خانهٔ ویران شده بازست

مرا بسینه صد داغست از زیست جانان را … مسلمانان ازین غم چاک خواهم زد گریبان را

بهر خدا نگاه بسوی نجات کن … آخر چه شد اسیر تو شد بندهٔ خداست

بشکست بهم دم سر چشم سیاهش … خون کرده و دربسته شکست نگاهش

براه عاشقی پروانه باشد رهنمای من … بسوزم بهر یاری کو بسوزد از برای من

خدنگ غمزه بنظمی زدی و آه کشید … زبان بریده مگر آفرین نمیدانست

چه قسمت ست که دشمن بوصل او مست است … ازان نگار که نوعی بهیچ خرسندست

در جلوه منع باده ای محتسب چه کافر نعمتیست … منکر می بودن و همرنگ مستان زیستن

خواهم که تا آن سینه نهم سینهٔ خود را … تا دل بتو گوید غم دیرینهٔ خود را

افضل نامی

میر معصوم خان نامی

محمد میرک نظمی

نوعی

آهی که دستی می نهی بر دل که یعنی حال چیست
چو میزد بر سرم شمشیر کین پروا نمیکردم
با خیالِ کله کجی سر در کفن خواهیم کرد
نمودست یار با مرادِ خود رسانیدن
همچو دامیان بزده ام طفلِ اشک را
یکسر دل نمانده است که داغش نخورده
چو بادام دو مغز امروز نافع و دولتی از او
اگر گرداب بینی تو در شود چشم
کشتی دولت هنوز بر سنگ ست
بسکه جان را در دمِ بسمل به رغبت میدهیم
کشتی مرا و کشته شد از رشک عالمی
قضا با دلبران چون داد حسن و دلربائی را
برون میاز خانه که ذوقِ امید وصل
کاش پیوسته بود آئینه پیشِ نظرش
آمدی بر سرِ خاکِ من و شرمنده شدم
آه از آن انفعال کز ستمِ دشمنان
مرو ز دیده که یاد دمِ زیر گلعانست
گر کنم آرزوی بوس و گهی میلِ کنار
خوش دمی کاندر لحد زیر جمتِ جان کاهی
ای خوش آن دم که من کشته مجنون گشتم
چاک پیراهن یوسف که گلش تهمت بود

ساعتی بنشین که زین ذوق دل از جا رفته است
نبودی گر رخش منظور سر بالا نمیکردم
تا قیامت عیش در یک پیرهن خواهیم کرد
که هزار نا امیدی با امیدم نشسته
در بر کشد بمهر و محبت رها کند
بردار وای فراق خدا از میان ترا
که با معشوق در یک پیرهن چسپیده میخواهد
خدا کند که بخواب آشنا شود چشم
بر لوحِ مزار می نویسم
رشک بر من میبرد آنکس که جلادِ نیست
هر خون که میکنی تو بعهد خون برابر است
بقدرِ حسنِ هر یک کرد قسمت بیوفائی را
بهتر ز دیدنی ست که بیهوشی آورد
تا نظر جانبِ اغیار نیفتد دگرش
کین نشان از بی قربانِ تو جان میبایست
شکوه چو بردم برش جانبِ ایشان گرفت
که رویِ دوست ندیدن بچشم نقصانست
یک کفِ خون و صد اندیشهٔ باطل دارم
در بغل گیر دعنت را و کفنی بر سر کند
او ز دو تکیه به شمشیر تماشا میکرد
خنده بر سستی تدبیر زلیخا میکرد

تجلی اصفهانی
میرزا داراب
ملا نظیر نظری
تا صحبت بی کمی
میر نورالدین باقی
میرزا لطف الله
صادق خان تبریزی
نادم لاهیجی 168
والهٔ هروی
تقی شستری
وفائی اصفهانی
میرزا الهی

رشک از زخم پاک کردن چه حاصل
علاجی بکن کز دلم خون نیاید

عالمی از رنجشی گشتی اگر انصاف هست
بابید این کار اجل بر تو مسلم دارد

بر آشیانهٔ بلبل نسیم بازو گفت
که خانهای اسیران خراب میباید

طبیبم آنچنان از روی منت میکند چاره
که پندارد من بیچاره میل زیستن دارم

وقت مردن چشم بگشا وانگهی سیر زمین ببین
راه دوری میروی اندیشهٔ زادی بکن

ای عشق خوارتر کن ازین هم بکوی او
تا هر که بیندم نکند میل سوی او

ناصح ملامتم کند و من درین خیال
کامروز بگذرم بچه تقریب سوی او

خوش آنکه قصد دل از غمزهٔ عشوه ساز کنی
بجو گویمت که مکن بشنوی و باز کنی

۱۶۹ قاصد میار رنجش جانان بروی ما
شرمی بدار از دل پر آرزوی ما

با منش تا وفا نباید کرد
بجفا هم نیازمود مرا

من دل بفریب چشم مستت ندهم
جان را بلب بادهٔ پرستت ندهم

زشبهای دگر دارم تب غم بیشتر امشب
وصیت میکنم باشید از من با خبر امشب

مگر در من نشان مرگ ظاهر شد که می بینم
رقیبان را نهانی آستین بر چشم تر امشب

بلبل گلشن پرستم لیکنم پرواز نیست
باغ نزدیکست اما طاقت پرواز نیست

مریض طفل مزاج اند عاشقان ورنه
علاج رنج تغافل دو روزه پرهیز است

دلبری گر دلم کرد و نیکند در وصل
باعتماد نگه های رغبت انگیز است

تو منکری ولیک بمن مهربانیست
میباردم از ادای نگاه نهانیت

جائی هنوز نیست بذوق دیار عشق
هر چند ظلم هست ستم هست و داد هست

حقوق نعمت صد ساله لعب اطفالست
بکشوری که درو کودکان خداوندانند

فرماندهی کشور دل کار بزرگست
تو دولت حسنی ز تو این کار نیاید

افسانه ایست بودن شیرین بکوهکن
آن روز چشم فتنه مگر در کمین نبود

رسم کجاست این تو بگو در کدام شهر / دل میبرند و چشم ببالا نمیکنند

دعاهای سحر گوینده میدارد اثر وقتی / اثر میدارد اما کی شب هجران سحر دارد

می آید از گشادن در بوی منتی / در بسته باغ خلد بر رضوان گذاشتیم

با اینکه بر سر لطفی نکشی ز منت خویشتم / سگ وفای خودم بندهٔ محبت خویشتم

زمین عشق بر وضع جهان خوش خنده‌ها کردم / معاذ الله اگر روزی بدست روزگار افتم

تلافی غم صد ساله سینه چاکی ماست / اگر بناز گشائی دمی گریبان را

هزار سال پس از مرگ میتوانم زیست / اگر برون نکشند از دلم خدنگ ترا

با آن قدر از آب چشم خود دادم / که قطره قطره ادا کرده‌ام دریا را

یک لحظه گر به گر نکنم کور می شوم / گویا چراغ چشم من از آب بد روشنست

شب هجری بعذاب دو جهان میدادم / گر کسی با من سودا زده سودا می کرد

آنچنان گشته ام از ضعف که می افتانم / خاک کوی تو بامداد صبا بر سر خویش ۱۷۰

نومیدیم رسید بجای که گر کسی / آرد نوید وصل تو باور نمی کنم

از تو امین گشتم ای بخت درنه پیش یار / میتوانم حال خود گفتن زبانم لال نیست

می نماید که سر عهد شکستن داری / خشم این بار تو چون رنجش هر بار تو نیست

روا مدار که گردد بدل هر نومیدی / تلافی ستمی کز تو در گمان من است

چه پیش آمد دلم را کز طپیدن باز ننشیند / چو مرغی کو بدام افتاد از پرواز ننشیند

برش چند قرب مدعی خونم بجوش آرد / حیا گرداندم خاموش و غیرت در خروش آرد

بی عربده امشب سخن آغاز نمیکرد / یک حرف نمیگفت که صد ناز نمیکرد

داشتم دردی و تا اکنون ز درمان عار داشت / این زمان محتاج درمان شد نمیپرسی چرا

نگفتم تا نگیرم وعده را حدیث نشنیدی / بشوخی سر بر آوردی و رسوا ساختی ما را

مدعی پا کند از قرب تو آگاه مرا / یا خود آرد بسر کوی تو همراه مرا

مگر امیشوم امشب شهید تیغ جفایت
هلاک میشوی اکنون ولی نمی گفتم
تو مهربان نشدی ورنه آنچه در دل بود
تهمت زده ام گرد بعشق دگری کاش
شوق نگذاشت که دستی بنهم بر دل خویش
تمنای تو ترک دو جهان کرد ولی
گر بمن قاصد او مژده دیدار نداشت
رقیب مانع قتلم چه میشوی بگذار
دل که هر دم ز رخش صد بوس منتکوست
چون بد و نیک من سوخته خرمن پرسند
صد نشتر غصه در جگر و از دلم هنوز
خرسند بامید جواب است دلم کاش
بخواری که منم تا چه لطف کرد بغیر
خوشا آنکه ولی رخت سفر بندد و گوی
جز این چه شکوه توانم از آن ستمگر کرد
بهجر رحمی که ولی در خور چندین خواری
بمصلحت گله میکند ولی ورنه
حسرت نگر که میکشد از تیغ حسرتم
آرزو صد کار مشکل باز پیش دل نهاد
فکر تلافی دل من کن که بهجر تو
بود شش تسلی تو غرض ای دل خروش

که بیگناه کشتی فهم میشود ز ادهیت
مکش که جام زریب است ناچشیده بدست
هزار بار فزون ناله از زبانم گفت
پرسند که غیر از تو بعالم دگری هست
ورنه این ناز هنوز از تو نهان میبایست
مهربانی تو هم درخور آن می بایست
چون نگاهی که بمن داشت باغیار نداشت
که مرگ پیش ولی بدتر از شفاعت تست
گر تسلی بنگاهی نشود معذورست
آه گر آنچه بدل کرده ام از من پرسند ١٧١
ذوق کرشمهای تو بیرون نمیرود ز سر
قاصد که رود جانب او دیرتر آید
که میرسد بمن و شرمسار میگذرد
بیچاره ندانسته که بی او نتوان بود
که هرکه در حق من هر چه گفت باور کرد
بود روزی که بعجز خودش اقرار نبود
فدای تست اگر صد هزار جان دارد
این حسرت دگر که پشیمان نمی شود
ورنه بر من ناامیدی کار آسان کرده بود
این بار آن نکرده که هر بار کرده بود
این وعده اقتضای تقاضا نمیکند

فغان که مردم و از خواریم نشد معلوم / که بعد جور تلافی چه لذتی دارد
مسکین دلم از عشق چه گویم که چها دید / بیچاره همه عمر وفا کرد و جفا دید
بگذشت ز پیش من و غیرش بحکایت / پیچید که هرگز نتواند بقفا دید
تاب ستمت جز دل آواره که دارد / این صبر بجز عاشق بیچاره که دارد
درمانده احوال خودم این چه حجابست / این صبر بجز عاشق نظاره که دارد

بقدر طاقت خود هر دلی غمی دارد / دل منست که اندوه عالمی دارد

این شام هجر بود ولی چون بسر رسید / خاکت بسر که روز شد و زنده هنوز
در سخن بود بغیری چه براهش دیدم / شد خجل گفت که احوال تو می پرسیدم
هر چه میخواهی بکن اکنون برنجش کاریست / تن بخواری داده ام مرد جدائی نیستم
زور در هجر تو ای کاش جان نمی بردم / که ز رشک وصل تو بر این و آن نمی بردم ۱۷۲
هزاران آه ازان خواری که چون میر آمد از بزمم / بامید شفاعت جانب اغیار میدیدم
گر خواهشی کند دل شیدا مرا چه جرم / شوقست و صد هزار تمنا مرا چه جرم
من نمی میرم اگر نام جدائی شنوم / گر بهجران فتدم کار چه خواهم کردن
تاب تغافل تو ندارم خدای را / حرفی اگر شنیده ز ما نهان مکن
فریاد ازان روز که یاد آرم و میرم / حرفی که شب وصل نپرسیده ام از تو

این چنین یکبار از دستم مده / رخصت اول از پشیمانی بخواه
بصبر دل نهم اما خدا روا دارد / که این چنین ستمی بعد ازان روا داری
بهر تو شنیده ام سخنها / شاید که تو هم شنیده باشی
وعده لطف نهانی میکنی / میکنی اما زبانی میکنی
مرا به نیم نگه میتوان تسلی داشت / دریغ از تو که این شیوه را نمیدانی
یک صبحدم بصحن گلستان گذشته / شبنم هنوز بر رخ گل آب میزند

ملا نجف خان

چون بگویم قصهٔ شیرین دهان خویش را / از مکیدن آب میسازم دهان خویش را

از غم هجر تو ام بسکه درون لبریز است / نالهٔ چون خط نورسته ز خون لبریز است

دیدم آن چشمهٔ هستی که جهانش نامند / آن قدر آب که از دست تو آن شست آمد

بنامرادی پروانه دلم سوزد / که بر چراغ زده خویش را تمام بسوخت

شوخی از نخ پردهٔ شرم ترا وا میکند / لیک هنگامیکه عاشق را خبر از خویش نیست

خندان نیم چو قی ز صراحی که این صدا / آواز پای آمدن گریهٔ من ست

با یار کسی چگونه سازد / چون با دل خود نمیتوان ساخت

غنچه دست از شاخ در زیر زنخ وا داد و چید / هر کرا دیدیم از صاحبدلان در کار آمد

بسان مغز بادامی که از توأم جدا ماند / در آغوشم نمایانست خالی بودن جایت

سراغ یار میگیرم ز هر کس میرسم اما / بخود از رشک میگویم که یارب بیخبر باشد

امروز با تو دعوی دل چون کند وحید / روزیکه داده بود خطی در میان نبود ۱۷۳

گشتم خجل ز دامن جانان ز سعی خویش / تا چند شوق گیرد و همت رها کند

بیخبر بود که در حبس ابد خواهد ماند / قطرهٔ آب در آن روز که گوهر میشد

بحمدالله که هجر آخر شد و غم رفت و یار آمد / ز جان سختی نمردن عاقبت ما را بکار آمد

مانند شان موم که ریزد ز شمع ازو / شد خانه‌ها خراب که قدش نهال شد

بباغ هستی خود چون شگوفه تا دام / چو باز شد نظرم چشم از جهان بستم

ز سر تا پا همه حسنی نداری غیر از عیبی / که هر عضو تو نگذارد که عضو دیگرت بینم

ز زخم تیغ نمیرم ولیک می ترسم / که زنده مانم و گردی تو شرمسار از من

شرابخانهٔ ما تا بحشر اگر تو بکاوی / بجای ریزهٔ خم توبهٔ شکسته برآید

وای بر جان خلائق اگر آرند بحشر / عوض روز قیامت شب تنهائی را

ای اجل روز فراق آمد و دلسوزی نیست / من اگر کشتنیم بهتر ازین روزی نیست

امروز دگر پرسش من کن بتکلف / کین خسته اگر دیر زید شام بمیرد
عاشقان نامی بعجز و ناتوانی داشتند / کوهکن آخر بزور این قوم را بدنام کرد
بهنگام وداعش میکنم نو عهد دیرین را / چو بیماری که وقت مرگ ایمان تازه میسازد
دی به تیغم میزد و میگفت پنهان زیر لب / این سزای آنکه اظهار محبت میکند
علاج سرکشی او تغافل ست دریغ / که در طبیعت عشق این دوا ضرر دارد
آنچنان غره بکشتنی که میان عرصات / بکشی خنجر و خونریزی و پروا نکنی
نوابی نجیب — محمد طاهر نقشی — تیمم
جور فلک کشد دلم تا ز غمت رها شود / دانه ز برق چون رهد طعمه آسیا شود
شکن طرف کلاهش بنظر با نقاش / دامن خیمهٔ لیلی ست که بالا زده است
بچنگال هما نگذاشت مشت استخوان من / سگ کویش بجا آورد رسم آدمیت را
مولانا نیکی
مسی بجان مندان که در دل من دیده / تبسم تو کند کار چشم سرمه کشیده
نی گلابست اینکه بر رخسار مهوش میزنی / تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی ۱۷۴
قاضی نور اصفهانی
یک دیدنم تلافی صد سال فرقت ست / گر در غم فراق تو مرگم امان دهد
درین مدت غم هجران عبث بر خود پسندیدم / ندانستم که از مرگم دلت خشنود میگردد
گویا تو برون میروی از سینه وگرنه / جان دادن کس این همه دشوار نباشد
ببدی در همه جا نام برآرم که مباد / خون من ریزی و گویند سزاوار نبود
مشو از حال من غافل که زخم کاری دارم / مبادا دیگری صید ترا از خاک برگیرد
شد عمر سر گرانی او بر طرف نشد / بر من بقدر مرتبهٔ عشق ناز کرد
آنکه شام زندگانی شمع بالینم نشد / کی پس از مرگم چراغی بر سر گور آورد
من هم از فریاد خود آزرده میگردم ولیک / گر ببندم لب ز افغان سینه روزن میشود
دولت این بود که در بزم بهنگام وداع / آن قدر زنده نماندیم که محمل برود
اگر ز گلبنی نفسم را نمی سزد / جائی بکنار گوش حرمن سد

نظیری را به محفل بردم امروز و خجلت کردم
بوی یار من ازین سست وفا می آید
بی روی تو پروانه امشب چراغم
تا در خدمت عمر لیست می بندم چه قدم
چه خوش است از دو یکدل سر حرف باز کردن
عمر اگر باقیست بخشیها کمی خواهد شدن
بدل نگار دارم گله بی نهایت از تو
دوش در میخانه یکجام شرابم زنده کرد
آتش افسرده از کاروان وا مانده ام
این قدر فیضی که من از بی زبانی برده ام

بزمین برد فرو خجلت محتاجانم

دل کز بی عشق شد از رحمت حق دور شود
هر کجا میروی ای شوخ همان در نظری
در حقیقت عینکی بهتر ز پشت چشم نیست
هر بوسه ات ولتشنه بوسه دگرم کرد
آسمان گر خلعت منت بپوشان تنم
ای خدنگ اندکی آهسته ازین سینه گذر
نامه را تا وا کنم جان رفته است از شتاب
مست نازی و سر خانه خرابی داری

از عالم عاری ز عمل ابنمائی

میرم از خجلت اگر سیلاب تشریف آورد

مرا رسوای عالم ساخت چشم گریه آلودش
گلم از دست بگیرید که از کار شدم
خود را بجان بیخودی سوخت که داغم
برهمن میشدم گر این قدر زنار می بستم
سخن گذشته گفتن گله را دراز کردن
آن دهان تلخ گو شیرین سخن خواهد شدن
بکدام امید واری نکنم شکایت از تو
ماهی بودم بخاک افتاده آبم زنده کرد
همرهان ترسنده و خاکستر نشینم کرده اند
ترسم آخر شکر خاموشی کند گویا مرا

بیزاری کرد من آنچه بکار دون کرد

مرده را موج ز دریا بکنار اندازد
چه شبیه است خرام تو برفتار نگاه
دیده چون بستی دو عالم را تماشا میکنی
فریاد کز این آب و نمک تشنه ترم کرد
زانکه همچون نغمه تار بی بس بود بیرا هنم
که درین کلبه چو دل غمزده بیماری هست
حسنی ای قاصد اگر نشنیده باشی نقل کن
از در خانه تا میگذری خوش باشی

چون قبله نما ساختن ابل تنگ است

گریه کردن هم بجا نگذاشت ویرانه ام

[illegible]

[illegible]

۱۷۵

[illegible]

[illegible]

با سایه ترا نمی پسندم	عشق است و هزار بدگمانی
یار آمده بود بر سر مهر	بی مهری روزگار نگذاشت
آن کس که پا نهاد بکوی تو سر نداشت	وانکس که سر نهاد بپای تو برنداشت
یارب هرگز نیازارد دل اغیار را	گل سراسر آتش است اما نسوزد خار را
ای که میپرسی ز مژگان ها مرا منزل کجاست	منزل او در دلست اما ندانم دل کجاست
ناصح زبان گشود که تسکین دهد مرا	نام تو برد و باعث صد اضطراب شد
چنان از پا فکند امروز آن رفتار و قامت هم	که فردا بر نخیزم بلکه فردای قیامت هم
نظاره کن در آینه خود را حبیب من	اما بشرط آنکه نگردی رقیب من
بروز بیکسی جز سایه من نیست یار من	ولی آن هم ندارد طاقت شبهای تار من
گله در پیش صبا زان گل رعنا کردم	گره ای داشت دلم غنچه صفت وا کردم
بدست آینه داد آنکه دلستان مرا	یکی دو ساخت بلائی که بود جان مرا
نشستم تا کمر در خون ز اشک لاله گون خود	تو چون دشمن شدی من هم کمر بستم بخون خود
نیابی در چمن سروی که من صد بار در پایش	لب ننهادم دگر بستم به یاد ر بالایش
قصد جان کردم الیک ننست این خیال	که من بی سر و پا زنده بجان دگرم
یک دم که با تو ام بسوی من نظر مکن	سیرت ندیده ام ز خودم بیخبر مکن
صبر من و دل و دین در عشق دلربائی	چون لشکر شکسته هر یک فتاده جائی
شود در خواب چون بیند مرا آنگه میدانم	که گر در خواب چون بیند مرا بیدار میگردد
نگه بجانب من هرگز از حیا نکنی	حیا کنی ز من و شرم از خدا نکنی
جز خدنگی کو نشان از غمزه یارم دهد	هر که در پهلوی من بنشیند آزارم دهد
جز کوی تو دل را نبود منزل دیگر	گیرم که بود یار دگر گو دل دیگر
سیرم ز عمر خود نفسی از برم مرو	شاید که در فرقت سبب مردنم شود

١٧٦

مولانا هلالی

جان بخشی لعشق نه تنها لب جو که من / صد بار مرده ام که برای تو مرده ام

در درد دل من شگفتنی نیست / دین درد دگر گفتنی نیست
بگذشت بهار و وا نشد دل / این غنچه مگر شگفتنی نیست

یک چشم زدن غافل از آن ماه نباشم / ترسم که نگاهی کند آگاه نباشم
پس از عمری که با من گفت از راه وفا حرفی / چنان گشتم ز خوشحالی که آن را هم نفهمیدم

دستی که عنان خویش گیرد / امروز در آستین کس نیست

نیستم گلچین برویم در مبند ای باغبان / می نشینم گوشه ای آواز بلبل بشنوم
چو میرم همچنان در گوشهٔ گلخن گذاریدم / که آتش را همان خاکستر او در کفن گیرد
بجنگ ناصح آور یارب آن نخل سیاهی را / که نگذارد باو دل بردن خواهی را
ای که از دشواری راه فنا ترسی مترس / بسکه آسانست این ره می توان خوابید رفت
ز خنجرش دل عاشق نمی شود سیراب / چو باغ تشنه که آن را بدست آب دهند

۱۷۷

دوا نگیست بدار الشفای میکده ها / زهر مرض که بنالد کسی شراب دهند

به از دل در متاع آفرینش نیست کالائی / چرا عاقل دل از اسباب دنیا بر نمی دارد
در تمام عمر بیحاصل که با جانان گذشت / حرف رخصت بود آن عرضی که از ما گوش کرد
ز دست عقل نخندیدم گلی بکام ز عشق / چو کودکی که بگلزار با ادیب رود

زخم دل دیدنش از رحمت / جای پیکان خویش می بیند

بروز درد و غم دوری ز یار و آشنا بهتر / چو عضوی درد مند افتاد از اعضا جدا بهتر
هم بزم غیر گشت که هجران طلب شوم / میگیرم مرگ که راضی بتب شوم
وان بهای نگهی جان بتو میداد هنوز / ناز میخواست که بر هم زند این سودا را
پروانه بجا حفظه در عشق کار ساخت / من حرف همنشین بعبث گوش کرده ام

کی ترک سجدهٔ تربت دلربا کنم / کاریکه کافری نکند من چرا کنم

تمت

عبدالرزاق قریشی مرحوم نے حضرت مظہرؒ کے اردو اشعار مختلف تذکروں میں سے جمع کیے ہیں لیکن اُنھیں بھی اعتراف ہے کہ بعض اشعار الحاقی ہیں چنانچہ بہت سے مشکوک اشعار خارج کر کے صرف حسب ذیل اشعار یہاں پیش کیے جاتے ہیں:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ا)

گئی آخر جلا کر گُل کے ہاتھوں آشیاں اپنا — نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا
ہمارے ہاتھ سے یہ دل بھی بھاگا لے کے جاں اپنا — ہم اُس کو جانتے تھے دوست اپنا مہرباں اپنا
۱۷۸ کبھو جا باغباں سے شیت رہ کے گلستاں اپنا — چلے ہم آتشِ گل سے جلا کر خانماں اپنا
نہ گل اپنا کیا ہیں نے نہ بلبل باغباں اپنا — چمن میں کس بھروسے باندھتا ہے آشیاں اپنا
یہ حسرت رہ گئی کیا کیا مزوں سے زندگی کرتے — اگر ہوتا چمن اپنا، گل اپنا، باغباں اپنا
جنوں سوں اس قدر رُوئیں کہ رسوا ہو گئیں آخر — ڈبایا ہائے ان آنکھوں تیں آخر خانماں اپنا
قفس کے بیچ کیا حسرت سے بلبل یہ کہتی ہے — کہ پھر بھی دیکھنا قسمت ہوئے گا بوستاں اپنا
یہ بلبل بے اجازت باغباں کے گل سیں ملتی ہے — مجھے معلوم ہوتا ہے کہ جی دے گی ندھاں اپنا
کہیں دینے سیں جی کے وصل ہوتا ہات لگتا ہے — دیا برباد پروانے نیں ناحق دودماں اپنا
مرا جلتا ہے دل اس بلبل بے کس کی غربت پر — کہ گل کے آسرے پر جن نے چھوڑا آشیاں اپنا
رقیباں کی نہ کچھ تقصیر ثابت ہے نہ خوباں کی — مجھے ناحق ستاتا ہے یہ عشقِ بدگماں اپنا

جو تو نے کی سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے | غلط تھا جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا
کوئی آزردہ کرتا ہے سجن ایسے کو اے ظالم! | یہ دولتخواہ اپنا، مظہر اپنا، جانِ جاں اپنا
بہار آنے سے بلبل نے بگاڑا ہے مزاج اپنا | سماتی نئیں ہے پھولوں میں مگر پائی ہے راج اپنا
بہار آئی کھل آتے باغ، بلبل پھول کر بیٹھی | دِوانوں کو کہو اس وقت کر لیویں علاج اپنا
گلوں کے فرش پر مت بیٹھ چونڈے کو بھلا بلبل | خزاں کے آونے کی بے خبر، رکھ سر سے تلج اپنا

سحر اس حسن کے خورشید کوں ن جا کر جگا دیکھا | ظہورِ حق کوں دیکھا، خوب دیکھا، باضیا دیکھا
نہیں پایا مرے رونے کوں اور فریاد کو بادل | برس دیکھا، جھڑی کوں باندھ دیکھا، کڑکڑا دیکھا
سجن کس کس مزہ سے آج دیکھا ہم طرف یارو | اشارہ کر کے دیکھا، ہنس کے دیکھا، مسکرا دیکھا
ہمارے دل کوں کس کس ظلم سوں دیکھا او ظالم نے | نظر میں چھان دیکھا، داغ کر دیکھا، جلا دیکھا
سجن کوں اپنے رنگیں اچپلوں خوبی کی فوجوں میں | نپٹ بے باک دیکھا، رند دیکھا، من چلا دیکھا
جو اُٹھ کر نیند سے تیری طرف دیکھا او سارا دن | تماچہ قہر کا دیکھا، غضب دیکھا، بلا دیکھا ۱۷۹
ہوا ہوں بند اس کے غم میں ... اس بن سوں؟ | کہ وہ مجکوں نظر بھر بھر کے دیکھا، دل جلا دیکھا
میں دیکھا رات اوس کی زلف کے پیچوں کے بندوں کوں | سحر زنجیر دیکھا، دام دیکھا، اژدہا دیکھا
کبھی ملتا نہیں میرا ہٹیلا کیا کروں مظہر | تصدق ہو کے دیکھا، پاؤں پڑ دیکھا، منا دیکھا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دلِ زار نہ تھا | اس قدر جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا
لوگ کہتے ہیں موا مظہرِ بے کس افسوس! | کیا ہوا اس کے تئیں اتنا تو بیمار نہ تھا

زخمی تری نگہ کا اک پل جیا تو پھر کیا | صیاد کی بغل میں ٹک دم لیا تو پھر کیا

ہنیں کچھ غم کہ کیوں ملتا ہنیں پیماں گسل میرا — میں روتا ہوں یہ دل کی بے کسی پر ہائے دل میرا

جواں مارا گیا خوبوں کے اوپر میرزا مظہر — بھلا تھا یا برا تھا زور کچھ تھا خوب کام آیا

(ت)

رات کو عیش رہا تھا گلِ رخسار کے سات — جیسے بلبل کو خوشی رہتی ہی گلزار کے سات
زلف کوں ہات لگانے ہی پکارا دل نے — جی چلا پیچ میں اس زلفِ گرہ گیر کے سات
دل بہا اس طرح سے اور . . . بو یارو — جان جاتا ہے جدا اشک کی جھکار کے سات
گرچہ اسلوب نہ ہو سکتے تو کچھ انصاف کرو — زندگی کیوں کہ کٹے ایسے ستمگار کے سات
ایک دم تھا سو وہ بھی نہ رہا پھر مظہر — جی گیا، جان گیا، دم بھی چلا یار کے سات

(ر)

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہی بہار — ہائے کچھ چلتا نہیں! کیا مفت جاتی ہی بہار
لالہ و گل نے ہماری خاک پر ڈالا ہے شور — کیا قیامت ہی موؤں کو بھی ستاتی ہے بہار
نرگس و گل کی دکھو کلیاں کھلی جاتی ہیں سب — پھر بھی ان خوابیدہ مستوں کو جگاتی ہی بہار
ہم گرفتاروں کو اب کیا کام ہی گلشن ہیں لیک — جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں آتی ہے بہار
شاخِ گل ہلتی نہیں یہ بلبلوں کو باغ میں — ہاتھ اپنے کے اشارے سے بلاتی ہے بہار

لوگ کہتے ہیں مر گیا مظہر　　فی الحقیقت میں گھر گیا مظہر

(ق)

جہان آباد ان دونوں کے ہے بیچ　　اِدھر جمنا، اُدھر رمنا ہے تحقیق

(ل)

اب کوئی ساعت میں آ صیاد کرتا ہے ملول　　ایک دم کوں بلبلو کیوں بیٹھتی ہو پھول پھول

(م)

اتنی فرصت دے کہ رخصت ہولیں اے صیاد ہم　　مدتوں اس باغ کے سایے میں تھے آباد ہم

(ن)

گل کو جو گل کہوں تو ترے رو کو کیا کہوں　　دُر کو جو دُر کہوں تو اس آنسو کو کیا کہوں

مجھ پر ہوا ہے تنگ سجن عرصۂ سخن　　بولوں نگہ کو تیغ تو ابرو کو کیا کہوں

مدت سے اس خیال کے آیا ہوں بیچ میں　　گر مُو کہوں کمر کو تو گیسو کو کیا کہوں ۱۸۱

رونے سے تجھ فراق کے آنکھیں مری گئیں　　ڈوبا یہ خاندان اس آنسو کو کیا کہوں

دیوانہ کر لیا ہے مری جان و تن کے تئیں　　مالی تری بہار کے جادو کو کیا کہوں

کرتا ہے جور جو عوض اپنے ہی یار کے　　مظہر ترے ستمگرِ بدخو کو کیا کہوں

رشتۂ جاں ہی اگر ہو ترا تارِ دامن　　آہ! اس پر بھی سمجھتا ہے تو بارِ دامن

دیکھ کر گل نے کہا تجھ پہ نزاکت ہے ختم　　کس ادا ساتھ لچکتا ہے یہ مارِ دامن

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن　　نہایت منہ لگایا ہے سجن نیں بیڑۂ پاں کوں

توفیق دے کہ شور سے اک دم تو چپ رہے	آخر مرا یہ دل ہے الٰہی جرس نہیں

(۹)

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو
مت اس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

آج مت رنگِ حنا سے کفِ پا لال کرو
اے بتاں، اس دلِ پُرخون کو پامال کرو

اب رقیب اس بزم میں جاکر ہوا پیرِ مغاں
جائے تعظیم است اے یارو! اسے گرجی کہو

(۵)

182

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط صبا کے ہاتھ
اس واسطے پڑا ہوں چمن میں ہوا کے ہاتھ

مرتا ہوں میرزائیِ گل دیکھ ہر سحر
سورج کے ہاتھ چونری و پنکھا صبا کے ہاتھ

آزاد ہو رہا ہوں دو عالم کی قید سیں
مینا لگا ہے جب سیتی مجھ بے نوا کے ہاتھ

مظہر چھپا کے رکھ دلِ نازک اپس کا نوں
یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہاتھ

پھولے ہیں گل چمن میں صنم کا جمال دیکھ
لالہ بدل ہے داغ ترے مکھ کا خال دیکھ

بلبل فدا ہوئی ہے ترے رخ پہ اے صنم
سنبل ہے پیچ پیچ تری زلف و بال دیکھ

کیا جواں مارا گیا خوباں کے ہاتھ
لاکھ حسرت کھیت آئیں جس کے ساتھ

(ی)

تجلی گر تری پست و ملندان کو نہ دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا زمیں کیوں فرش ہو جاتی

حنا تیرے کفِ پا گر نہ اس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھیں کیوں لہو روتیں انھوں کی نیند کیوں جاتی

اگر یہ سرد مہری تجکو آسائش نہ سکھلاتی
تو کیونکر آفتابِ حسن کی گرمی میں نیند آتی

الٰہی دردِ وغم کی سرزمیں کا حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینھ نہ برساتی

جھکی ہے فوجِ گل اور عندلیباں کی پکار آئی
ارے ہنستا ہی کیا وہ دیکھ دیوانے بہار آئی

نہ جانوں صبح دم بادِ صبا کیا جا پکار آئی
کہ غنچے کا دلِ نازک چمن کے بیچ پھاڑ آئی

کیا بلبل نے نالہ، آہ قمری نے، روئی شبنم
خدایا، باغ میں آئی قیامت یا بہار آئی

183

کبھی اس دل نے آزادی نہ جانی
یہ بلبل تھا قفس کا آشیانی

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل
یہیں تک تھی ہماری زندگانی

قاتل کو دیکھ بھیڑ گلی کی سمٹ گئی
یہ راہ چھاتیوں کے کواڑوں سی پٹ گئی

اودھر نگہ کی تیغ، ادھر آہ کی سنان
اس کشمکش میں عمر ہماری بھی کٹ گئی

سوائے اس لب شیریں مجھے خوش نہیں شکر پارے
حلاوت بر تم دل کھاتا ہی میٹھے جگ کے سب کھارے

او گلرو نے لگایا عنبریں زلفوں کے پیچوں میں
گلستاں دل کے چشموں میں گلِ شبو کے فوارے

پوچھا یا دلبر جانی نے آ کر ابرِ رحمت سے — رقیبوں نے نپٹ دہکا دیے ہیں غم کے انگارے
طبیب اٹھ جا سرھانے سیں علاج (اب) ہو چکا میرا — جہاں میں کوئی جیتا ہے دیوانہ زلف کے مارے
رسد پہونچا او شاہِ حسن کو جلدی سے جاں ہوئے — لے تانڈا اشک کا اے دل توں سودے ... بنجارے
شب اوس مہتاب رو کی بزم میں مظہر عرق افشاں — کلیجا پھٹ گیا مہتاب کا گرنے لگیں تارے

یہ دل کب عشق کے قابل رہا ہے — کہاں ہم کو دماغ و دل رہا ہے
نہیں آتا کسی تکیے اوپر خواب — یہ سر پاؤں سے تیرے ہل رہا ہے
خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو — یہی ایک شہر میں قاتل رہا ہے
گذر گئے دین اور دنیا سے تس پر — ترا گھر اور کئی منزل رہا ہے
۱۸۴ غنیمت جان قاتل جانِ مظہر — یہ مقتولوں میں ٹک بسمل رہا ہے

خبر کو یار کی دل کو میں بھیجا ہے کہ جا لاوے — نہیں معلوم ہوتا ہے اسے کب تک خدا لاوے
عزیزاں ایک لحظہ میں مرا جی اب نکلتا ہے — طبیبِ عشق کو کوئی شتابی سے بلا لاوے
موا مظہر پڑا ہے یار کے کوچہ میں کئی دن سے — خدا کے واسطے اس کو کوئی جا کر اٹھا لاوے

اگر ملئے تو خفت ہے وگر دوری قیامت ہے — غرض نازک دماغوں کو محبت سخت آفت ہے
کوئی لیوے دل اپنے کی خبر یا دلبر اپنے کی — کسی کا یار جب عاشق کہیں ہو کیا قیامت ہے

الٰہی من کسو کے پیش رنج و انتظار آوے — ہمارا دیکھیے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

حضرت مظہر کی فارسی شاعری

(از جناب ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں صاحب)

حضرت مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۱۹۵ھ) کا شمار صوفیۂ اکابر میں ہوتا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) اُن کے متعلق لکھتے ہیں :-

"شریعت وطریقت کے راستے میں اور کتاب وسنت کی پیروی میں اس قدر ثابت قدم ہیں کہ اس وقت بلادِ مذکور میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ شاید مرحومین میں بھی نہ ملے۔ بلکہ زمانے کے ہر حصے میں ایسے عزیز الوجود لوگ کم ہوئے ہیں اس عہد کا تو ذکر ہی کیا جو فتنہ وفساد سے بھرا ہوا ہے۔" (۱)

ایک اور جگہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ :-

"۔۔۔۔ اس وقت حضرت میرزا جانِ جاناں کی مثل دنیا کی کسی اقلیم اور شہر میں کوئی نہیں ہے جسے مقاماتِ سلوک کی آرزو ہو وہ ان کی خدمت میں جائے۔" (۲)

حضرت مظہر واقعی ایسی عظیم المرتبت شخصیت تھے کہ اُن سے بلادِ عرب بھی مستفیض ہوا یعنی ان کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی علیہ الرحمہ (م ۱۲۴۰ھ) کے فاضل شاگرد اور خلیفہ حضرت خالد کُردی رومی (م ۱۲۴۲ھ) کی وجہ سے تُرکی، عراق، شام اور عرب میں بکثرت لوگ فیض یاب ہوئے بلکہ ان کے نامِ نامی کی وجہ سے ان کا سلسلہ، خالدیہ کہلانے لگا۔

حضرت مظہر رحمۃ اللہ علیہ شعروشاعری میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں اُن کو اس تحریک کا بانی سمجھا جاتا ہے جس نے ابہام گوئی کو ترک کیا اور جذبات نگاری، فطری اور حقیقی شاعری، نیز سلاست اور روانی کو رواج دیا۔ لیکن فارسی شاعری میں بھی ان کا یہی رنگ ہے اور اُس شاعری کی تمام روایات ان کے یہاں موجود ہیں۔ ان کی پسند کا یہی رجحان ان کے خریطۂ جواہر میں بھی ہے جس میں ان کے انتخاب کردہ تقریباً پانچ سو معروف اور غیر معروف

---

(۱) مکتوباتِ شاہ ولی اللہؒ (مرتبہ احمد بیگ۔ مطبوعہ سہارنپور) صفحہ ۴۴۔ شاہ صاحب نے اپنے مکتوبات میں حضرت مظہر کو قیمِ طریقۂ احمدیہ اور داعیِ سنتِ نبویہ وغیرہ القاب سے بھی یاد کیا ہے۔

(۲) بحوالۂ انفاس الابرار، از نعیم اللہ بہرائچیؒ (مطبع اسدی۔ لکھنؤ۔ ۱۲۹۱ھ) صفحہ ۲۴۔

۱۶۶

شعراء کا کلام ملتا ہے۔ مولانا شبلی مرحوم اس انتخاب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"میں نے ثقاتِ دہلی سے سنا ہے کہ مرزا غالب وغیرہ کا خیال تھا کہ ہندوستان میں فارسی شاعری کا مذاقِ صحیح جو دوبارہ قائم ہوا وہ اس انتخاب (خریطۂ جواہر) نے قائم کیا۔" ①

دیوان اور خریطۂ جواہر کے قلمی نسخے مختلف کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ ② — مطبع مصطفائی (کانپور) سے ۱۲۷۱ھ میں جو دیوان (مع خریطۂ جواہر) شائع ہوا تھا اس میں حضرت مظہرؒ کے خود نوشت حالات بھی ہیں۔ یعنی:۔

"بعد حمد و صلوۃ فقیر جانِ جاناں متخلص بمظہر، پسر میرزا جان، جانی تخلص کہ علوی نسب و ہندی مولد و حنفی مذہب و نقشبندی مشرب است احوالِ خود را بعرضِ احباب می رساند کہ در سالِ شانزدہ از عمر بردی این خاکسار غبارِ یتیمی نشست و در بیست مشتِ خاکِ خود را بداماں درویشاں بست۔ مدت سی سال بر درِ مدرسہ و خانقاہ جاروب کشید و ایامِ گزیدۂ عمر درین شغل شریف گذرانید بحول اللہ و قوۃ۔ در طول مدتِ زندگی دست طلب بہ لوثِ دنیا نیالودہ پای سعی درین راہ نفرسود۔ امروز کہ ہزار و صد و ہفتاد ہجری ست و عمر بشصت رسیدہ از بیست سال بہ کنج عزلت آرمیدہ است .... نوجوانے سراپا جانے جمع و تصحیح این کلمات را تکلیفم کرد۔ بعدِ تفحص از سفینہای بسیار از بیست ہزار بیت قریب یک ہزار، آں ہم بے ترتیبِ ردیف و اکثرش غزلہای ناتمام بدست آمد از نظر گذشت ....."

۱۸۶

اس عبارت سے واضح ہے کہ حضرت مظہر سولہ سال کی عمر میں یتیم ہوگئے تھے، بیس سال کی عمر میں اہل اللہ کا دامن پکڑا اور تیس سال مدرسہ اور خانقاہ سے تعلق رکھا۔ ۱۱۷۰ھ میں ان کی عمر ساٹھ سال کی ہورہی تھی اور قریب بیس سال سے وہ گوشہ نشین ہیں اور اب ان کے بیس ہزار

---

① مقالاتِ شبلی۔ (اعظم گڑھ ۱۹۳۶ء) جلد پنجم صفحہ ۱۲۹۔ ② خریطۂ جواہر اور حضرت مظہر کا فارسی دیوان ۱۲۷۱ھ میں مطبع مصطفائی کانپور سے پہلی بار شائع ہوا تھا۔ پھر بارہا کئی جگہ سے شائع ہوا بلکہ خریطۂ جواہر الگ بھی شائع ہوا۔ قلمی نسخے کئی کتب خانوں میں موجود ہیں۔ انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں بھی ہیں۔ خریطۂ جواہر (مکتوبہ ۱۱۶۰ھ) پروفیسر محمد شفیع مرحوم کے یہاں بھی ہے۔ اور ۱۱۵۰ھ کا مرتب کردہ دیوان انجمن ترقی اردو کے کتب خانے میں بھی ہے۔

اشعار میں سے قریب ایک ہزار اشعار پیش کیے جا رہے ہیں۔

حضرت مظہر کے دیوان میں زیادہ تر غزلیں ہیں۔ رباعیاں کم ہیں۔ واسوخت بھی ہے اور مخمسات میں ایک مخمس میلی کی غزل پر اور ایک میرزا صائب (م ۱۰۸۱ھ) کی غزل پر ہے۔ دو چھوٹی مثنویاں (نظم) ہیں اور ایک قطعۂ تاریخ بھی ہے۔ غزل میں اُن کو طالب آملی (م ۱۰۳۶ھ) کی زبان اور "خوش ادائی" زیادہ پسند معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

کے تواں شد ہمصفیرِ بلبلِ آمل کہ نیست   یادِ دور از گلرخاں غیر از فراموشی مرا
بے سند مظہر نباشد ہیچ فن را اعتبار   نالہ موزوں کردنم از بلبلِ آمل رسید ①

لیکن ایک جگہ وہ خود کو آزادانہ طرزِ سخن والا کہہ رہے ہیں کہ:۔

سر فرو با کس نمی آریم در طرزِ سخن   خوش ادائیہای مظہر میرزا را بندہ ایم

اور یوں بھی ارشاد فرماتے ہیں کہ:۔

بحرفِ کس نماند حرفِ من مظہر چو جبریلم   خدا بے واسطہ تعلیم و اصلاحِ سخن کردہ

اور یہ بھی کہ:۔ ۱۸۷

میرزا مظہر بہ مہرویاں نہ دارد احتیاج   ہمچو نورِ مردمک شمعِ شبِ تار خود است

لیکن لوگوں کی داد اور تعریف سے بے نیازی بھی ہے:۔

حاجتم نیست بتعریفِ عزیزاں مظہر   کہ سخن می کند اظہارِ سخندانیِ من

---

① غالباً سعد اللہ گلشن دہلویؒ (م ۱۱۴۱ھ) کے متعلق اشارہ ہے:۔

بخاطر ہست کز دیوانِ گلشن نقل بردارم   نویسم جای بسم اللہ شکلِ شاخِ سنبل را

ممکن ہے کہ آپ کے بعض اشعار سے اردو شعرا نے فائدہ اٹھایا ہو۔ مثلاً آپ کا شعر ہے:۔

آں خود فروش آینہ تا دید محو شد   کز بہرِ عرضِ جنس دکانے بہم رسید

غالب نے اس مضمون سے قریب اس طرح کہا ہے:۔

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کے رہ گئے   صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

ایک شعر ہے:۔

می تواں بست ایں چنیں نقشِ تو با تصویرِ من   تیغ در دستے و در دستِ دگر زنجیرِ من

لیکن داغ اپنے لیے کہتے ہیں:۔

ہاتھ نکلے اپنے دونوں کام کے   دل کو تھاما ان کا دامن تھام کے

اُن کا مزاج نازک اور نہایت نفاست پسند تھا اس لیے فرماتے ہیں کہ :۔

چو بو باہر گلِ ایں باغ پیونداست جانم را
زشاخ اے باغباں آہستہ بردار آشیانم را

بجای سنگِ طفلاں پارہای شیشہ باید زد
چو مظہر میرزا دیوانۂ نازک طبیعت را

درجای سنگ شیشہ تواں بر سرش زدن
طفلاں دماغ مظہرِ دیوانہ نازک است

نفاست پسندی اور نازک مزاجی کی وجہ سے حُسن پسندی شروع ہی سے رہی تھی اور وہ پیری میں بھی رہی۔ فرماتے ہیں :۔

مظہر مگو کہ پیری و نظارہ بد نماست
گلگشت لازم ست چو بادِ سحر مرا

نگیرد باطنِ اہلِ صفا زنگ از نظر بازی
تصرّف نیست ہرگز در دلِ آئینہ صورت را

دینِ ما دیدن و ہیہات کہ دیدن مشکل
نہ رسیدن بہ بتان کفر و رسیدن مشکل

باشکوہِ فقر حسنِ باصفا را بندہ ایم
گرچہ شاہیم اے خداوندان شما را بندہ ایم

اپنے نام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایک اچھا مضمون پیدا کرتے ہیں کہ :۔

زبا تیرِ محبت در دلش کردیم جا مظہر
بجا باشد اگر خوانند یاراں جانِ جاں ما را

۱۸۸ اُن کے یہاں مضمون آفرینی یوں بھی ہے :۔

نرگس از تربتِ من رستہ و خوباں گویند
خاک گردیدہ و چشمش نگرانست ہنوز

سیرِ قسمت کن کہ چوں زنجیر جوہر دار چرخ
صد ہزاراں مور پنہاں کردہ در ہر دانہ ام

یک سرِ طرّہ بدستِ من و یک در کفِ او
شانہ ہم زلف بود سینۂ صد چاک مرا

توبہ خود کردم ولے ذوقِ شرابم در سراست
از نگہ بوسم دہانِ ساغر و مینا ہنوز

جوی شیر آوردن از کہسار چنداں کار نیست
من زکوہِ سینۂ خود جوی خوں آوردہ ام

در خواب ہم رخِ تو نہ دیدم از انکہ بود
خوابیدہ بخت و دیدۂ شب زندہ دارِ من

کار سازانِ ازل نیستی و ہستی را
باہم آمیختہ او را دہنے ساختہ اند

کبھی کبھی الفاظ کی رعایت سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں ۔مثلاً :۔

ما از نۓ قلیانِ کسے کام گرفتیم
آخر ز لبش بوسہ بہ پیغام گرفتیم

می تواں داد بجا خدمتِ خیاطیِ خویش
کہ ببالای تو عمریست نظر دوختہ ایم

بخود بدمی کند ہر کس کہ با دیوانہ بد باشد
زجوہر ہای خود دائم بہ زنجیرست زنجیرم

چشم بر چشم چو افتاد گرفتار ہیاست　　حلقہ بر حلقہ چو افزود دگر زنجیر است
در جنوں ہم میرزائی از مزاجِ من نہ رفت　　کز برائے خویش حمّامے زگلخن داشتم

لیکن اُن کے مزاج بلکہ ان کے خمیر میں حُسن پسندی ودیعت تھی اس لئے وہ ہر جگہ اس حُسن کے متلاشی تھے جذبات نگاری بھی اسی لئے اُن کی شاعری کی نمایاں خصوصیت ہے۔ مثلاً :- ①

جان دادہ اند بسکہ غریباں درین دیار　　یک سنگِ راہ نیست کہ لوحِ مزار نیست
ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق　　بخاک و خون طپم و گوئی از برای من ست
سینہ واکردہ بہ گلشن چو خراماں گذرد　　بلبل از گل گذرد، گل زگریباں گذرد
دماغِ عشق نازک تر زحسن است　　ترا رنگ و مرا بو آفریدند
شمع ساں جائے بہر بزم از آنم دادند　　کہ سرم داغ بعشقِ گل دستارِ تو بود
تو در دلی بہ غمِ این و آن کہ پردازد　　بجای جان کہ تو باشی بجان کہ پردازد
مظہر از نالۂ ما گشتہ جہاں تیرہ و تار　　خام سوزیم زبس سخت بدود آمدہ ایم
قفس کے سدِّ راہِ وحشتِ ما می تواند شد　　ولیکن رحم بر تنہائیِ صیّاد می آید

شاعرانہ لطافت پیدا کرنے کے لیے کبھی کبھی تکرارِ الفاظ سے بھی کام لیتے ہیں۔ مثلاً :-

خوش شد دلم کہ دوش غبارے زکوی دوست　　سنگین گذشت و دیر گذشت و گراں گذشت
آہ مظہر تو کجائی کہ پئے جُستنِ تو　　مہ جُدا، مہر جُدا، چرخ جُدا می گردد
رحم آیدم کہ بے تو چساں پیش می برد　　بے کس دلم، غریب دلم، بے نوا دلم
بود چوں مند و لبِ وضع ہر کس در خورِ شانش　　زمن دل بستن و از یار بر خونم کمر بستن

لیکن تصوّف اور متصوفانہ زندگی ان کا شعار تھا اور اس کا ذکر بار بار آتا ہے۔ مثلاً :-

نہ کرد میل بہ دنیای فاحشہ مظہر　　اگرچہ حُسن پرستیست پارسای خوشی ست

---

① حُسن پسندی اور دوست نوازی لازم و ملزوم ہیں۔ اسی لئے وہ اپنے دوستوں کو بھی بہت یاد کرتے ہیں۔ مثلاً :-

ہر دم از یارانِ دیرین یاد می آید مرا　　کوہکن از آبِ شیریں یاد می آید مرا
مظہر و یارانِ دور افتادہ اش جزوِ ہم اند　　این ورقہا را کہ می بینی کتابے بودہ است
شد پریشاں مجمعِ احباب و مدّتہا گذشت　　ظاہر از آں فرقہ مظہر نام یارے ماندہ است
فراقِ دوستاں کرد از حیاتِ خویش ناشادم　　من آں خاکم کہ رفتنہای یاراں داد بر بادم

مظہرؔ زفقر طرفہ کمالے بہم رساند   بیگانہ شد زخلق و زحق آشنانہ شد

اربابِ صفادوست زدشمن نشناسند   بر ردی بدونیک درآینہ بازاست

نہ تمتّعت زدنیا، نہ زدین نصیب مظہرؔ   تو بفنِ بے کمالی چہ قدر کمال داری

کثرتِ ایں نقشہا عرضِ تجلیہای اوست   در دو عالم غیر یک نقاش کس موجود نیست

عمر باشد خوش بہ کنجِ نیستی آسودہ است   میرزا مظہرؔ حریفِ بزمِ ہست و بود نیست

انھوں نے وجود و عدم سے متعلق بہت لطیف انداز میں فرمایا ہے:-

مظہرؔ ہمہ بخوابِ عدم بودہ ایم غرق   تا چشم وا کنیم جہانے بہم رسید

از پئے کسبِ فنا جملہ بہ بود آمدہ ایم   بہرِ معدوم شدنہا بہ وجود آمدہ ایم

کے کسے پیشتر از وقتِ مقرر میرد   در شبِ ہجر اجل کرد نگہبانیِ من

اور یہ عجیب بات ہے کہ ان کے متعدد اشعار اُن کی "بے گناہ" اور معصوم شہادت سے متعلق (بطور پیشین گوئی) پائے جاتے ہیں:-

190 بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

بہ لوحِ تربتِ من یافتند از غیب تحریرے   کہ ایں مقتول را جز بے گناہی نیست تقصیرے

اگرچہ بے گنہم می کُشد خوشم مظہرؔ   کہ می کند بہ وفا یار امتحان مرا

ہزار عمر فدائے دمے کہ من از شوق   بخاک و خون طپیم و گوئی از برای من است

ان کے دیوان میں دو مثنویاں (منظومات) ملتی ہیں۔ اُن میں سے پہلی مثنوی کے چند اشعار اپنی سلاست کے باوجود حمد اور نعت میں بڑی مقبولیت رکھتے ہیں۔ اور ان کو نظر انداز کرنا گویا حضرت مظہرؔ کے کمال کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ ملاحظہ ہوں:-

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست   محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفےٰ بس   محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد   بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمدؐ از تو می خواہم خدا را   الٰہی از تو عشقِ مصطفےٰ را

دگر لب وا مکن مظہرؔ فضولیست   سخن از حاجت افزوں تر فضولیست ...

اس کے بعد ایک اور مثنوی تیس اشعار کی ہے، پھر ایک قطعہ تاریخ ہے جس کا تاریخ والا شعر یہ ہے :-

دی نُہر کشود از سرِ راز　　　رعنائیِ سرو شد دوبالا

+ ۲۰۰　　　۶ ۴ ۹ = ۱۱۴۶ھ

اس کے بعد خریطۂ جواہر ہے جس کے چند اشعار یہاں نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ ان اشعار سے حضرت مظہرؒ کے اعلیٰ ذوق کا اندازہ کیا جا سکتا ہے :-

زانگشتم نسیمِ غنچۂ فردوس می آید　　　نمی دانم سحر بندِ گریبانِ کہ وا کردم
(طالب آملی)

بہ دشنامِ دگر امید وارم　　　چہ خواہی عذرِ دشنامِ گذشتہ
(〃)

مے باقی و ماہتاب باقی ست　　　ما را بتو صد حساب باقی ست
(نسبتی تھانیسری)

دیوانہ براہے رود و طفل براہے　　　یاراں مگر ایں شہرِ شما سنگ نہ دارد
۱۹۱ (خالص)

شورے شد و از خوابِ عدم دیدہ کشودیم　　　دیدیم کہ باقی ست شبِ فتنہ غنودیم
(غزالی مشہدی)

برادرانہ بیا قسمتے کنیم رقیب　　　جان و ہر چہ درو ہست از تو، یار از من
(مرتضیٰ زمی)

عجب کہ شمع شبے در سرای من سوزد　　　من آں نیم کہ کسے از برائے من سوزد
(داعی شیرازی)

اے صبا باز آمدن دور است یوسف از مصر　　　باز گو تا بوی پیراہن بہ کنعان کے رسد
(شیخ اوحدی)

لالہ داغ ست از فغانِ بلبل و گل بے خبر　　　آشنا رحمے نہ کرد اما دلِ بیگانہ سوخت
(ابوطالب کلیم)

سرِ دیوانگی سلامت باد　　　رازِ ما را چہ پردہ پوشی کرد
(سعداللہ گلشن)

عشق روزے کہ پئے چاکِ گریباں می گشت　　　عمر ہا بود کہ مجنونِ تو عریاں می گشت
(مرزا جلال اسیر)

باقر گمانِ مہر و وفا داشتی بیار — ایں جورہا سزای دلِ بدگمانِ تست
(ملّا باقر کاشانی)

نمی گویم دلم او دارد امّا ایں قدر گویم — کہ من دل راندیدم پیشِ خود تادیدہ ام اورا
(میر حضوری)

مارا وداع کرد دل و دین و ہرچہ بود — اِلّا سرِ نیاز کہ بر آستان بماند
(امیر خسرو)

کشتۂ کہ عشق دارد نگذاردت بدین سان — بجنازہ گر نیائی بمزار خواہی آمد
(")

تیغ از گلوی سوختگان تند نگذرد — آب از زمینِ تفتہ بہ لنگر کند گذار
(صائب)

کاش در تاراجِ گلشن صیدِ گلچیں می شدم — پیش ازاں کز آشیاں صیاد بردارد مرا
(راضی دانش)

پیوندِ دوستیِ تو زاں پارہ می کنم — تا باز دوزم و بتو نزدیک تر شوم
(حافظ شیرازی)

بہ لطفِ دلبرِ من در جہاں نہ بینی دوست — کہ دشمنی کند و دوستی بیفزاید
(سعدی)

آخر بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ :-

زداغہای سراپای خود خوشم مظہر
کہ جزو جزوِ مراغم بہ انتخاب رساند

مطبوعہ : احمد برادرس پرنٹرس - ناظم آباد ۲ کراچی



105





50/-

المصطفیٰ اکاڈمی

لطیف آباد ۸ حیدر آباد

